منشور

خالد حمیدی

کہتے ہیں سراہو مرے کانٹوں کی چبھن کو
سولی پہ چڑھا دو گل و نسرین و سمن کو
مژدہ کہ چمن دوست بڑھے ہیں سوئے گلشن
کانٹوں پہ گھسیٹیں گے حریفانِ چمن کو
چمکا کوئی جگنو بھی تو کہلائے گا سورج
تاریکیٔ ماحول ترستی ہے کرن کو
محروم ہیں ہم صوتِ عنادل سے چمن میں
مجبور ہیں سننے پہ مگر زاغ و زغن کو
اس جرم پہ نفرت کے سزاوار ہوئے ہیں
کیوں عام کیا ہم نے محبّت کے چلن کو
تو جانِ چمن زار ہے اے کشتۂ صیاد
پلکوں پہ اٹھالوں ترے خوں گشتہ بدن کو
ہاں لوح و قلم توڑ دو مجبور ادیبو
مجروح نہ ہونے دو مگر عظمتِ فن کو

جنوری ۱۹۶۹ء
مدیر : سبط اختر
قیمت ۲۵ پیسے

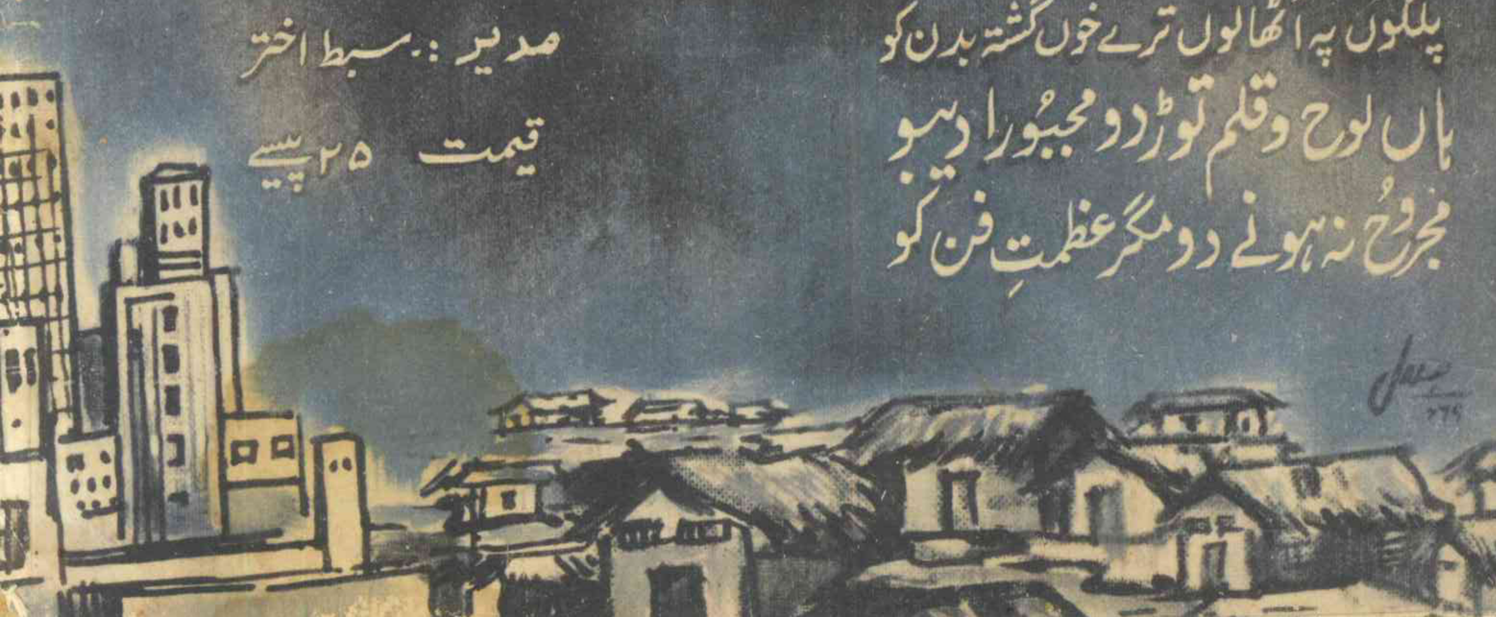

هر خوش پسند خاتون
مالٹا هی پسند کرتی ہے

مالٹا بناسپتی

کیونکہ اُسے مالٹا بنانے والوں کی بلند معیاری پر اعتماد ہے۔ اور وہ جانتی ہے کہ بناسپتی کی عمدگی کا راز اُس کے خالص ہونے میں ہی مضمر ہے۔

مالٹا بناسپتی کی نہ مہک مصنوعی ہے اور نہ رنگ۔ اِسی لئے مالٹا بناسپتی سے تیّار کردہ کھانوں کا اپنا اصلی رنگ و بُو جُوں کا توں قائم رہتا ہے۔

لذیذ اور پُرغذا
کھانوں کے لئے
خالِص مالٹا بناسپتی

ای۔ ایم۔ آئل ملز اینڈ انڈسٹریز لمیٹڈ

impact

حیات و کائنات کا ترجمان

منشور

جنوری سنہ ۱۹۶۹ء
جلد ۶ شمارہ ۱

اداریہ

آؤ ہمسفرو، سر سے کفن باندھ لیں ۵
اے وطن ـــــ ذکی عباس ۷
صحرا بہ صحرا کو بہ کو ـــ افتخار جلیل ۱۱
تراشے ـــــ ۱۴

مضامین

سوویت یونین میں سرمایہ داری کا طاعون تیزی سے پھیل رہا ہے شبیہ عباس ۲۳

انٹرویو

اشرف حسین رضوی ـــــ
ـــــ تبرّ اعظمی ۱۹

افسانے

اعلان ـــــ اعجاز الحق ۱۵
خوابوں کا دیوتا ـــ سلیم انور ۲۷

غزلیں نظمیں

ساقی جاوید ـــــ ۱۳
فارغ بخاری ۔ ہمایوں کاشمیری ۱۸
ضیاء الآفاق عباسی ۔ اختر بانو ضیا ۲۲
نقاش کاظمی ـــــ ۲۶
تبسم رضوی ـــــ ۲۶

خبرنامہ

مزدور یونینوں کی خبریں ـــ ۲۹
فارم رکنیت بزم منشور ۳۷

مدیر
سبط اختر

قیمت فی کاپی (مغربی پاکستان میں)
۲۵ پیسے
سالانہ تین روپے
(مشرقی پاکستان میں) ذریعہ ہوائی جہاز
فی کاپی ۳۵ پیسے
سالانہ چار روپے
ناشر سبط اختر

طابع :-
مشہور پریس کراچی

پتہ :-
ایرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ
کراچی ائیر پورٹ

فون :- ۴۲۰۱۱/۴۱۹

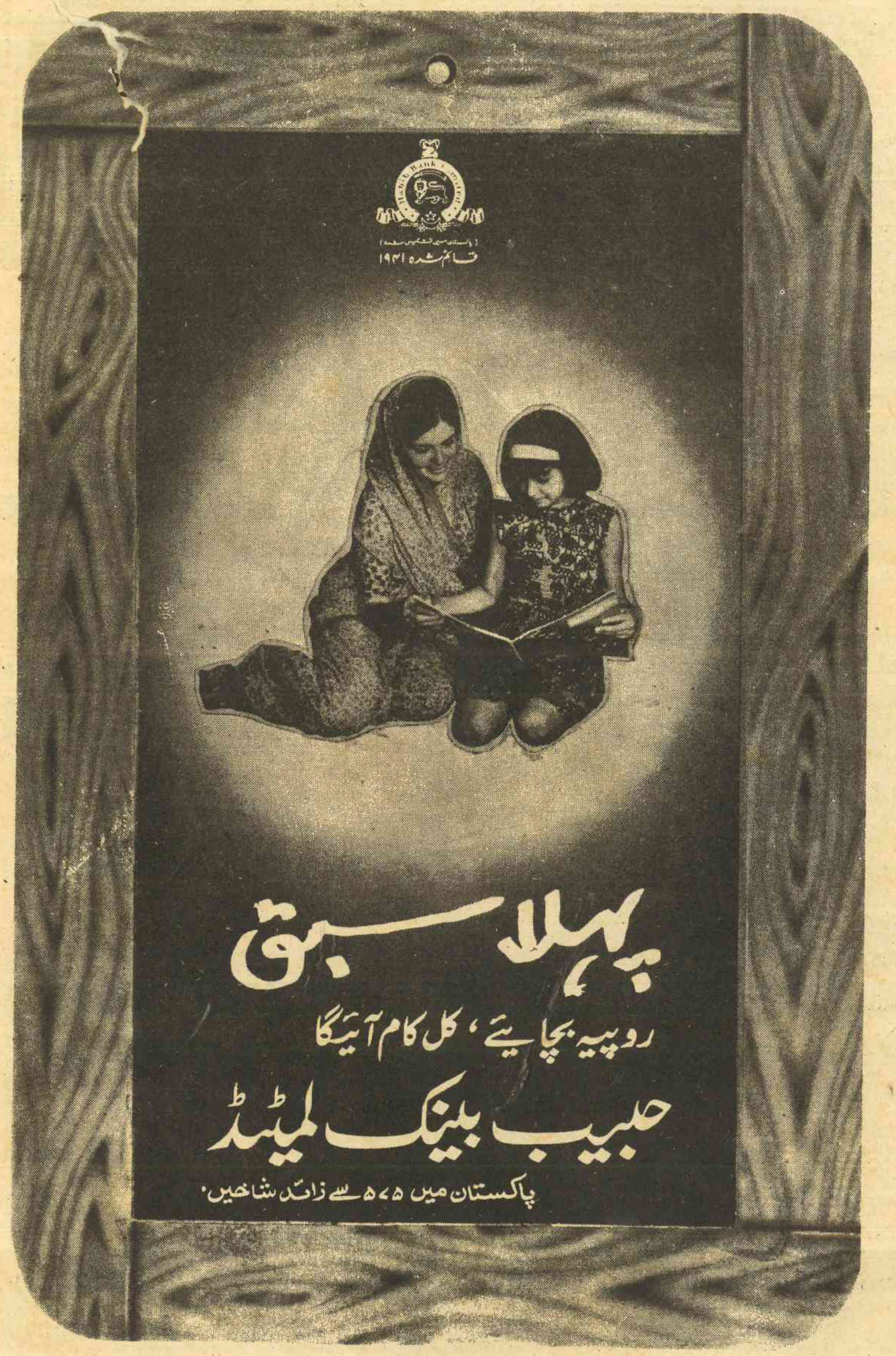
Habib Bank Limited
(پاکستان میں تشکیل شدہ)
قائم شدہ ۱۹۴۱
پہلا سبق
روپیہ بچائیے، کل کام آئیگا
حبیب بینک لمیٹڈ
پاکستان میں ۵۷۵ سے زائد شاخیں۔

منشور

آؤ ہمسفرو! سر سے کفن باندھ لیں

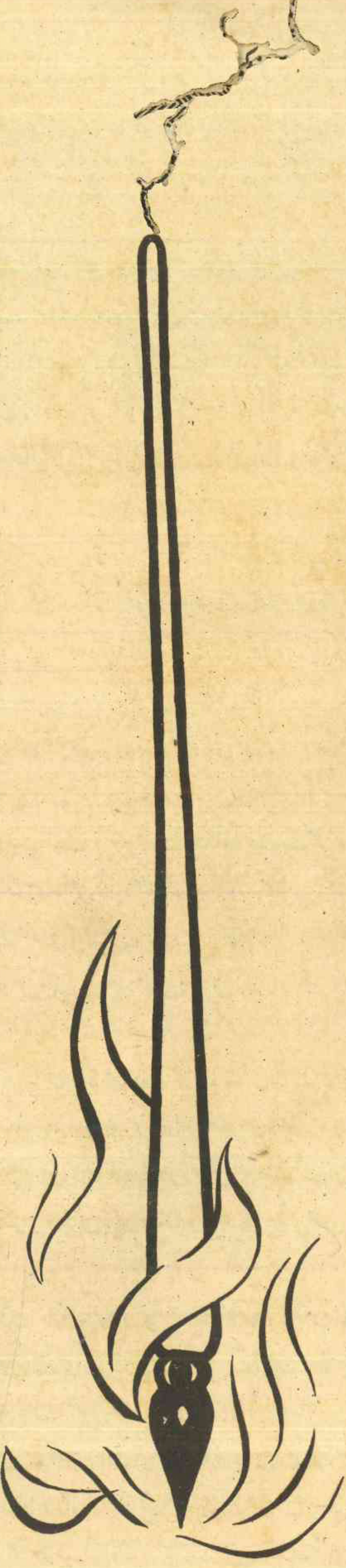

۱۹۶۹ء کی آمد پر ۱۹۶۸ء نے جاتے جاتے پاکستان کے عوام کو احساس و جرأت کے جو گراں بہا تحفے پیش کئے ہیں وہ ہم سب کے لئے یقینی طور پر فخر و مسرت کا باعث ہیں۔ ادارۂ منشور بھی اپنے باعمل اراکین بزم اور باشعور قارئین کو پُرجوش مبارکباد پیش کرتا ہے۔

پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتحال بلاشبہ بے مثال و لاجواب ہے۔ سیاسی مبصّروں کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مسائل کی چنگاری سے گیاہستان میں بھڑک اُٹھنے والی اس سیاسی آگ کو مسل ڈالنے کے نتیجے میں جتنے بیباک عوامی کارکن اور بہادر رہنما زنداں کی کال کوٹھریوں میں بند کئے گئے تھے ان سے کہیں زیادہ نڈر فرزندانِ وطن ظلم و تشدّد کی کلائی مروڑنے کے لئے سینہ تان کر میدان عمل میں کود پڑے ہیں حکومت وقت اپنی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے دلدل میں پھنس کر رہ گئی ہے۔ 'نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن' منافع خوروں کے لئے اب کوئی راہِ فرار نہیں۔ سرکاری حلقوں میں جو زبردست بھونچال آیا ہے، اس نے عوام دشمنوں کی کمر توڑ کر رکھدی ہے۔

دوسری طرف حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ایسے تمام پٹے ہوئے مہرے، جو عوامی تحریک سے بے عملی کا شکار بنے ہوئے اپنی اپنی کمیں گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے، مینڈکوں کی طرح ٹرٹراتے ہوئے، باہر نکل آئے ہیں اور اب یہ سیاسی بونے قدآور اور بااصول رہنماؤں کے کاندھوں پر سوار ہو کر راون بننے کے چکر میں ہیں۔

یوں یہ دونوں — سرکاری اور غیر سرکاری گروہ بظاہر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آتے ہیں، لیکن اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں گروہوں میں جاگیرداروں، اجارہ دار سرمایہ داروں، افسر شاہی کے اداروں اور غیر ملکی سامراجیوں کے نمائندے اور ہمنوا افراد موجود ہیں، بحیثیت مجموعی ان میں سے بہت سے اشخاص کے طبقاتی مفادات مشترک ہیں۔ محدود یا لامحدود سطح پر ووٹ دینے اور لینے کے طریقے پر ہی لڑنے اور جھگڑنے والے ان دونوں گروہوں کا یہ اختلاف اگر کسی طرح سے بھی اتفاق میں بدل جائے تو عوام الناس کی روزمرہ کی زندگی میں کوئی بنیادی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ قطعی نہیں ہے کہ جمہوریت کے حصول کی ملک گیر جدوجہد بیکار و لاحاصل ہے، کہنا دراصل یہ ہے کہ یہ جدوجہد اس پھول کی مانند ہے جو رنگین تو ہے لیکن خوشبو سے محروم ہے، سوچنا دراصل یہ ہے کہ دونوں گروہ، کسی بھی سطح پر عوام سے ووٹ لیکر عوام کو دیں گے کیا؟ پوچھنا درحقیقت یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی کسی بھی سطح پر عوام اپنا ووٹ دے کر لیں گے کیا؟ ان دونوں بنیادی سوالات کا جواب دینے کیلئے ابھی تک ان دونوں گروہوں میں سے کوئی سا گروہ تیار نہیں ہے، جب تک قیدیوں کو آزادی نہ ملے، اس وقت تک اپنے اپنے ووٹ کا حق استعمال کر کے جیلر کو منتخب کرتے رہنا، قیدیوں کے لئے زیادہ سود مند نہیں ہے۔ اور اگر یہی "بنیادی جمہوریت" یا "جمہوریت کاملہ" ہے تو اسے ہمارا دور سے سلام!

سیاسی جمہوریت کے تمام تصوّرات اس وقت تک ناقابل قبول ہیں۔ جب تک کہ معاشی اور ثقافتی جمہوریت کی ضمانت نہ ملے۔ اگر گاؤں کے بے ایمان پٹواری کو نہ بدلا جائے تو مملکت کے صدر کو بدل دینے سے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر سامراجیوں سے ناطہ نہ توڑا جائے تو آزادیٔ وطن کا تصوّر پورا نہیں

ہوگا۔ اگر جاگیرداری اور سرمایہ داری کی وحشیانہ لوٹ کھسوٹ کو ختم نہ کیا جائے تو کسانوں اور مزدوروں کا مقدر نہیں بدلے گا۔ اگر افسر شاہی کا سر نہ کچلا جائے تو اقربا نوازی، رشوت خوری اور ناانصافی کا علاج نہیں ہوگا۔ بنیادی نکتہ موجودہ سیاسی، معاشی اور ثقافتی ڈھانچوں کی بنیادی تبدیلی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی اور ثقافتی جمہوریت کی لڑائی بھی ساتھ ہی ساتھ لڑی جائے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم جہاں موجودہ برسراقتدار گروہ سے عوام کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی مطالبات منوانے کیلئے جدوجہد کریں وہاں ماضی کے حکمران ٹولے اور اس کا ساتھ دینے والوں کو بھی یہی مطالبات منوانے کیلئے جھکائیں۔

جہاز اور قطب نما —— لازم و ملزوم ہیں۔ اگر قطب نما نہ ہو تو جہاز نہ جانے کہاں پہنچکر بے رحم ساحلی اور زیر آب چٹانوں سے ٹکرا جائے گا اگر جہاز نہ ہو تو قطب نما کی مدد سے ہم بس سوئے منزل تکتے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے، عوامی پروگرام و عملی تحریک کا بھی بالکل اسی طرح چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر عوامی پروگرام نہ ہو تو عملی تحریک پتہ نہیں کس عوام دشمن جنگل و بیابان میں پہنچ کر دم توڑ دے اور اگر عملی تحریک نہ ہو تو عوامی پروگرام کاغذی شکل میں رہتے رہتے نہ معلوم کب دیمک کی خوراک بن جائے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ سوچ سمجھ کر عملاً آگے بڑھیں اور عملی تجربوں کے سہارے اپنی سوچ سمجھ میں اضافہ کریں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ عوامی پروگرام ہو یا عملی تحریک —— بہرحال عمل کی مرہون منت ہے اور انقلابی خوش گپیوں کا عوامی تحریک سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔

اصل بات نیت اور جذبے کا خلوص ہے۔ اگر عوامی رہنما اور کارکن ہونے کے دعویدار لوگ یہ محسوس کرلیں کہ موجودہ وقت، سیاسی طور پر اقتدار سے محروم اور برسراقتدار گروہوں میں منقسم اور باہم دست و گریباں مگر معاشی طور پر تمام ذرائع پیداوار اور وسائل کے مالک متحدہ جاگیرداروں اجارہ دار سرمایہ داروں، افسر شاہی کے اداروں اور غیر ملکی سامراجیوں کے حلقہ بگوشوں پر بھرپور اور منظم یلغار کرنے کے لئے موزوں ترین وقت ہے تو مستقبل کے مورخ کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ ان کی صحیح سیاسی بصیرت اور پرخلوص نیت کا برملا اعتراف کرے۔

ویسے یہ بھی وقت کی ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ اندرون ملک وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی سیاسی تنظیموں کی عدم موجودگی میں موجودہ نظام حکومت کی وجہ سے سیاست، پروگرام کے گرد گھومنے کے بجائے شخصیات کے گرد گھومنے پر مجبور رہی ہے، لیکن اس ستم ظریفی کے باوجود مادر گیتی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے بہت سے گمنام اور چند ایک مشہور و معروف سپوتوں کو جنم دیا ہے، یہ لوگ سیاست، معیشت اور ثقافت کے موجودہ میدان ہائے کارزار میں بیک وقت جمہوریت کی لڑائی لڑنے پر متفق و آمادہ ہیں لیکن افسوس کہ ان میں ابھی فکر و عمل کا پورا پورا تنظیمی اتحاد پیدا نہیں ہوسکا ہے۔ وقت کا یہ اہم ترین مطالبہ ہے کہ سیاسی، معاشی اور ثقافتی جمہوریت کے حصول کی موجودہ جنگ میں تمام متفق و ہم خیال لوگ متحدہ قیادت کے فرائض انجام دیں اور ان فرائض کی انجام دہی اور تکمیل کے خواب کو ایک ٹھوس حقیقت میں بدل ڈالیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مطالبے سے چشم پوشی کرنے والے کسی بھی فرد کو عوام کبھی معاف نہیں کریں گے۔

یہ سب کچھ تو موجودہ سیاسی حالات، عملی تدابیر، نظریاتی انتشار اور تنظیمی خلفشار کا ایک مختصر سا تجزیہ تھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی صاف ہو جانا چاہئے کہ موجودہ سیاسی بحران کا کوئی فوری اور قطعی حل ممکن نہیں ہے۔ اس بحران کو ایک طویل المیعاد طبقاتی جدوجہد کے پس منظر میں دیکھنا چاہئے اور یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ جب تک ملک کے مزدوروں اور کسانوں کی ایک بڑی اور واضح تعداد منظم نہیں ہوگی اور جب تک ان منظم مزدور کسانوں کے اتحاد سے مرعوب و متاثر و مجبور ہو کر معاشرے کے دوسرے تمام مظلوم اور ستم زدہ لوگ ایک مضبوط و پائیدار قومی جمہوری اور انقلابی متحدہ محاذ نہیں بنائیں گے اور جب تک اس متحدہ محاذ کی قیادت میں جاگیرداروں، اجارہ دار سرمایہ داروں، افسر شاہی اور سامراج کے پٹھوؤں کے خلاف کامیاب عوامی، جمہوری اور انقلابی جدوجہد نہیں ہوگی، اس وقت تک ملک میں عوامی جمہوریت کا قیام ناممکن ہے۔

ان گزارشات سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہم عدم دلچسپی اور لاتعلقی کے شکار بن کر پس ساحل سے ہی اندازہ طوفان کرتے رہیں اور غیر شعوری طور پر سرکار نوازی و رجعت پرستی کے مذموم مقاصد کی تکمیل کریں نہیں —— ہرگز نہیں —— ہمیں چاہئے کہ سر سے کفن باندھیں —— عوامی طاقتوں کو منظم و مضبوط کریں۔ ظالموں کے باہمی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی اختلافات و تضادات کو عوامی مفادات کے لئے استعمال کریں۔ پس پردہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے مگر بظاہر ایک دوسرے کی شکل سے بیزار شاطروں کے طبقاتی اتحاد کو بے نقاب کریں۔ ترمیم پسندوں اور سامراجی پٹھوؤں کے اشتراک کی پول کھولیں۔ علیحدگی پسندوں کے ناپاک گٹھ جوڑ کی حقیقت کو طشت ازبام کریں —— اور اسی کے ساتھ ساتھ تمام گم کردہ راہ مسافروں کو منزل مقصود کا پتہ بتائیں۔ ایماندار، محب وطن اور جمہور دوست کارکنوں

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

اے وطن

ذکی عباس

پاکستان کی تاریخ میں موجودہ زمانہ بڑا تاریخ ساز زمانہ ہے۔ ہر فرد و بشر تبدیلی کا خواہش مند ہے۔ تبدیلی ہر میدان میں، تغیّر ہر قیمت پر —— لیکن یہ تغیّر و تبدل آخر کس قسم کا ہو؟ کیا صرف سیاسی تبدیلیوں سے کام چل جائے گا، یا محض انتظامی ردّ و بدل ہی کافی ہے؟ کچھ افراد کے خلاف تادیبی کارروائیاں عوام کے لئے قابل قبول اور اطمینان بخش ہوں گی یا کچھ مراعات لے دے کر سودے بازی کرنی پڑے گی؟ موجودہ غیر یقینی صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ انتہائی ضمیر فروش قسم کے موقع پرست عوام کے دل جیتنے کے لئے سوالات کی لمبی لمبی فہرستیں مرتب کر رہے ہیں، جبکہ خود ان سوالات میں سے کسی بھی سوال کا جواب دینے میں وہ کنّی کاٹ جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ شاید ابھی تک اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ عوام ان کی عیّاری و مکّاری سے بے خبر و ناواقف ہیں، ویسے اچھّا ہی ہے کہ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہیں تاکہ جب عوام اپنی ہوشیاری اور بالغ نظری کے سہارے یہ سمجھ لیں گے کہ مسائل کی شدت جتانے اور گنتی گنوانے والے بذات خود مسائل کے حل سے کتراتے ہیں تو پھر یہ ضمیر فروش بدمعاش بھی عوام کے سخت ترین انتقام کی زد سے بچ کر نہ جا سکیں گے۔

پاکستان معاشی طور پر اس وقت قبیلہ داری نظام، والیانِ ریاست کی رجواڑہ شاہی، بدترین جاگیردارانہ معیشت، بسکتی بلکتی قومی صنعت اور اجارہ دار سرمایہ داری کے ساتھ ساتھ بیرونی سرمایہ کے لئے فراخدلانہ کھپت کی پالیسیوں سے دوچار ہے۔ ان ناکارہ معاشی پالیسیوں کے نتیجے میں جو سیاست اور ثقافت جنم لے رہی ہے وہ لامحالہ گنے چنے افراد کی خود غرضانہ خواہشات کی تکمیل کے سوا اور کچھ نہیں —— ان حالات میں عوام الناس کی تمام ترین ابتدائی اور جائز ضرورتوں کو پورا ہونے سے ہمیشہ محروم رہنا پڑے گا۔ ضروریات زندگی کی ایک طرف چھوٹے پیمانے پر لامحدود تکمیل اور دوسری طرف بڑے پیمانے پر عدم تکمیل کا یہ بھیانک تضاد' ہماری اجتماعی زندگی کا سب سے بڑا معاشی المیہ ہے' ہمیں چاہئے کہ ہم اس ناسور سے پھوٹنے والی بیماریوں کا تجزیہ اور تدارک کریں۔

اگر ہم مختصراً یہ کہیں کہ پاکستان کی معیشت کا نوے فیصدی حصہ قطعی منتشر اور نجی زراعت اور دستکاری پر مشتمل ہونے کی وجہ سے انتہائی پسماندہ ہے' تو بالکل صحیح ہوگا، نسلوں پرانی جاگیردارانہ معیشت ابھی تک ہمیں جکڑے ہوئے ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے جاگیرداری کا خاتمہ کرنا ہی ہمارا مقصد ہونا چاہئے کہ زمین اس کی ہے جو اس پر ہل چلائے۔

اس کے بعد بڑی پاکستانی صنعت کا مسئلہ ابھرتا ہے۔ اس صنعت کا مجموعی کردار بنیادی طور پر اجارہ دارانہ ہے، مذکورہ صنعت کے توسط سے حاصل ہونے والی مجموعی پیداوار کل قومی پیداوار کی دس فیصد ہے' مگر یہ ساری پیداوار دس فیصد صنعتکاروں کے ہاتھ میں بھی نہیں بلکہ صرف اور بمشکل تمام دس اجارہ دار سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے۔ حد سے زیادہ مرتکز سرمائے کا بھی سب سے بڑا اور سب سے اہم حصہ، سامراجیوں، ان کے حواریوں اور نوکر شاہی سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مرکوز ہے۔ اجارہ دارانہ کردار کی حامل صنعتوں، بنکوں اور انشورنس کمپنیوں میں لگے ہوئے ملکی اور غیر ملکی سرمائے کی ضبطی انتہائی لازمی ہے، تاکہ اس لامحدود سرمائے کے بل بوتے پر محدود اور گنتی کے چند نفوس لاتعداد انسانوں کو لوٹنے والے لامحدود ذرائع اور وسائل سے محروم کئے جاسکیں۔

اب پاکستان کی نجی سرمایہ دارانہ صنعت کو لیجئے۔ اس صنعت کو سامراجی ممالک، جاگیرداروں، نوکر شاہی سرمایہ داروں اور اجارہ دار سرمائے کے ملکی نمائندوں نے اس قدر دبایا اور کچلا ہے کہ یہ کہیں کی نہ رہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ چھوٹا سرمایہ دار دن بدن دیوالیہ ہوتا جارہا ہے۔ یہ چھوٹا سرمایہ دار حالانکہ سرمایہ دار ہے، لیکن اپنی سرمایہ دارانہ خو کے باوجود اپنے طبقاتی مفادات کے تحت اجارہ دار سرمایہ داروں اور غیر ملکی سرمایہ داروں کا دشمن ہے۔ اسی لئے یہ اپنی مخصوص حدود میں رہتے ہوئے ہماری ہمدردی بلکہ سرپرستی کا مستحق ہے۔ پاکستان کی جاگیردارانہ معیشت کے خاتمے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ایک مقررہ مدت تک ہم شہری اور دیہی نجی سرمایہ داری کی مثبت صفات کو فروغ دینے اور نکھارنے کی کوشش کریں۔ ہمارے فوری دشمن سامراج اور اس کے پٹھو ہیں۔ ابھرتا ہوا قومی سرمایہ دار، فطری طور پر ایک حد تک سامراج دشمن ہے۔ لہٰذا جس حد تک یہ سرمایہ دار سامراج دشمن

ہو، اس حد تک ہمیں چاہئے کہ ہم اس سرمایہ دار کی سامراج دشمنی کی تائید و حمایت کریں اور اس کو تقویت پہنچائیں۔ فی الوقت یہ نہ صرف ناگزیر ہے بلکہ معاشی طور پر یہ ضروری بھی ہے، جاگیرداروں، اجارہ دار سرمایہ داروں اور چھوٹے قومی سرمایہ داروں کے طبقاتی کردار کے اسی فرق سے ان کا سیاسی کردار بھی متعین ہوتا ہے، ان تینوں میں جاگیردار طبقہ انتہائی طور پر ملک دشمن اور عوام دشمن ہے اور اسی لئے قطعی ناقابل معافی ہے۔ اجارہ دار، سرمایہ دار اور نوکر شاہی سرمایہ دار بیرونی سامراجیوں کے کلیتاً حلقہ بگوش ہوتے ہیں، اور جاگیرداروں سے گٹھ جوڑ قائم کرکے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر چلنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن چھوٹا سرمایہ دار پھر بھی ایک نہ ایک حد تک مثبت کردار کا مالک ہوتا ہے اور معاشی طور پر ہی نہیں بلکہ سیاسی طور پر بھی سامراجیوں، جاگیرداروں اور اجارہ داروں سے ٹکرانے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی آج کل اپنے پوسٹروں میں اپنی سامراج دوستی کا بھرم قائم رکھنے کیلئے، سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے ساتھ سرمایہ داری کو تو برا بھلا کہتی پھر رہی ہے مگر، جاگیرداری و اجارہ دار سرمایہ داری کے خلاف منہ تک نہیں کھولتی۔ چھوٹے اور قومی سرمایہ دار کو برداشت کر لینے اور اس کے ساتھ رواداری کی پالیسی اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے وحشیانہ اور غیر انسانی لوٹ کھسوٹ کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔ نہیں بلکہ قومی حکومت کا تو یہ فرض ہوگا کہ وہ اس کی لگامیں کسے رہے۔ اور اسے ہرگز ہرگز یہ موقع نہ دے کہ کسی دن وہ بھی سامراجی پٹھو اور وطن دشمن قوت کی حیثیت سے سر اٹھالے۔

ان مسائل سے نپٹنے کے بعد ہمیں چاہئے کہ ہم منتشر اور ریخی زراعت و دستکاری کو جو کل قومی معیشت کا نوے فیصد حصہ ہے۔ آہستہ آہستہ اور ہوشیاری کے ساتھ آگے بڑھائیں۔ اسے جدید اور اجتماعی خطوط پر منظم کریں۔ اس مقصد کے لئے پیدا کنندگان، صارفین اور قرضہ جات کے لئے امداد باہمی کے ادارے منظم کئے جائیں۔ ہر انتظامی سطح پر ان اداروں کو سرگرم رکھیں۔ جاگیرداروں سے چھینی ہوئی زمین کو کسانوں میں تقسیم کرنے کے بعد ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم انھیں یہ بتائیں کہ فرداً فرداً زمین پر ہل چلاتے رہنے سے ان کے انفرادی اور اجتماعی مسائل حل نہیں ہو سکتے اور نہ پیداوار میں مطلوبہ اضافہ ہو سکے گا لہٰذا مشینوں کو استعمال اور صنعتی مزدوروں کی طرح ترقی کرنے کے لئے یہ قطعی ضروری ہے کہ دیہی زندگی کی پسماندگی، جہالت اور ثقافتی پستی کے خلاف بھرپور جدوجہد کی جائے اور کسانوں کو منظم کرنے اور باشعور بنانے کی دیہی تحریک کی کامیاب ضمانت کے طور پر امداد باہمی کے اصولوں کو عملاً متعارف اور رائج کیا جائے۔ اس طرح زراعت و دستکاری بھی انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف جانے کا رخ اختیار کرے گی۔

صنعت و زراعت کے شعبوں میں مجوزہ اصلاحات کے بعد خود بخود ایک زبردست ابھار آئے گا۔ پیداوار میں مثالی اضافہ ہوگا۔ قومی معیشت بحال ہوگی اور ترقی کرے گی مگر اس صورت حال سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیرونی تجارت کے شعبے سے بھی سامراجیوں، جاگیرداروں، اجارہ دار سرمایہ داروں اور نوکر شاہی سرمایہ داروں کو فوراً اور عملاً بیدخل کر دیا جائے۔ اگر یہ نہ کیا جائیگا تو پھر ظاہر ہے کہ ایک آزاد اور مکمل صنعتی نظام کے قیام کا مسئلہ غیر حل شدہ رہ جائے گا۔ بیرونی تجارت کو کنٹرول کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بڑھیا چاول اور عمدہ چائے بھی برآمد کر دی جائے، اور عوام محروم و تشنہ رہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قومی اور اجتماعی مفادات کا ہر طور اور بہر حال تحفظ کیا جائے۔ برآمد کے مقابلے میں درآمد نہ بڑھنے پائے۔ بھاری اور کلیدی صنعتوں کے قیام میں تیزی دکھائی جائے اور سامراجیوں کی نوآبادیاتی و نیم نوآبادیاتی معاشی، سیاسی و ثقافتی پالیسیوں سے کھلی اور مردانہ وار بغاوت کی جائے۔ جوں جوں پاکستان جیسے ایشیائی، افریقی اور لاطینی امریکی ممالک یہ روش اختیار کریں گے توں توں سامراجی اور ترمیم پسند ممالک کے دماغ ٹھکانے آتے جائیں گے۔

ہمیں تمام نام نہاد دوستانہ فوجی معاہدوں سے پیچھا چھڑانا چاہئے کہ یہ غلامی کی زنجیروں کے سوا کچھ نہیں۔ ہمیں نئی معیشت، نئی سیاست اور نئی ثقافت کے تقاضوں کی تکمیل کرنے والا نظام تعلیم، نصاب تعلیم، طریقۂ تعلیم اور ذریعہ تعلیم اپنانا چاہئے، حب الوطنی، ایمانداری اور محنت کی عظمت اور افادیت کا عملی طور پر اعتراف کرنا چاہئے، تاکہ عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ آزادانہ اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بنیں، معاشرتی خرابیوں کی علت ختم کرنے کیلئے سخت ترین سزائیں بلا کسی تخصیص و امتیاز کے دی جانی چاہئیں۔ قومی زندگی کے تمام سرکاری و غیر سرکاری نمائندوں کو مثالی کردار پیش کرنا چاہئے، مملکت کا ڈھانچہ نوکر شاہی کے ذریعے نہیں بلکہ عوام کے ہمدرد و غمگسار افسران کے ذریعے اور عوامی نمائندوں کی شرکت اور مدد سے چلانا چاہئے۔ مزدوروں، کسانوں، طالب علموں، دانشوروں، عورتوں، کھلاڑیوں، فنکاروں، استادوں، ڈاکٹروں، صحافیوں، وکیلوں، علمائے کرام اور دوسرے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی ملک گیر اور جمہوری اصول پر منظم تنظیموں کے نمائندوں کی تجویزوں اور مشوروں کے مطابق وقتاً فوقتاً حکمت عملی

مرتب کر کے عوامی اعتماد بحال رکھنا چاہیئے۔ بھارت کی توسیع پسندی کو روکنے اور آہنی [illegible] کشمیر کی قومی حق خود اختیاری کی جدوجہد کی حمایت کرنے کے لئے ہمیں عوامی فوج اور عوامی جنگ کے نظریئے کو عملاً تسلیم کرنا چاہیئے ملکی استحکام، قومیتوں کی فلاح وبہبود اور قومی اتحاد کے لئے ماضی کی تمام غیر منصفانہ روایات کو ختم کرنے اور آئندہ مساوات وبرابری کی بنیاد پر سارے مسائل کو طے کرنے کی پالیسی اختیار کرنی چاہیئے، آرڈیننسوں کے خاتمے اور بالغ رائے دہندگی کے نفاذ کو ضروری قرار دینا چاہیئے، سستی تعلیم، سستے علاج، سستی رہائش اور سستے لباس کے لئے حالات سازگار کرکے جہالت، بیماری، دربدری اور برہنگی کے خلاف مقدس جہاد کرنا چاہیئے۔ گداگری کے شرمناک قومی ناسور کو ختم کرنے کے لئے مطلوبہ ٹھوس قدم اٹھانے چاہئیں عصمت فروشی اور بردہ فروشی کے خلاف سائنسی و اخلاقی مہمات سر کرنے کے بعد سخت ترین تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ غرضیکہ معاشرے کو سدھارنے کے لئے عوامی تعاون و اشتراک سے بھرپور اور مؤثر تحریکیں چلانے کی ضرورت تھی، ضرورت ہے اور ضرورت رہے گی۔ اس ضرورت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ معاشرتی اصلاح اور اخلاق سدھار کی مذکورہ تحریکوں کی کامیابی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم ان تمام تجویزوں پر عمل کریں جن کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے۔

پاکستان کو جاگیردارانہ معیشت، خودغرضانہ سیاست اور پسماندہ ثقافت ورثے میں ملی ہیں اور پھر حالات نے اب کچھ اس طرح سے پلٹے کھائے ہیں کہ نوکرشاہی اس ملک کی کسٹوڈین بن بیٹھی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حالات جوں کے توں رہیں گے، مذکورہ بالا تجاویز و اصلاحات کے روبہ عمل آنے کے بعد یقینی طور پر جمود و گھٹن کا موجودہ ماحول دم توڑ دے گا۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ پیش کردہ پروگرام پر عملدرآمد کرنے کے لئے اہل وطن کو ایک کڑی جنگ لڑنی پڑے گی۔ کیونکہ جن منافع خوروں کے منہ سے لوٹ کے یہ نوالے چھینے جائیں گے وہ برضا و رغبت عوامی خواہشات کی تکمیل نہ ہونے دیں گے۔ عوام کو ابتک اتنا لوٹا کھسوٹا گیا ہے کہ وہ مسلسل دبائے اور کچلے جانے کی وجہ سے فولاد بنتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ہراساں اور پریشان ہونے کی بجائے ہمیں چاہیئے کہ دلجمعی کے ساتھ ان تمام لوگوں کو منظم و متحد کرتے رہیں جو ابتک پستے چلے آئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ظلم کے ماروں کی ایک بہت ہی بڑی تعداد ابھی تک ظلم کے خلاف ہونے والی موجودہ جدوجہد میں شامل نہیں ہوئی ہے۔ ذرا چشم تصور سے دیکھئے تو سہی کہ جس دن اس ملک کے سارے مظلوم منظم و متحد ہو جائیں گے تو کتنے روح پرور مناظر دیکھنے میں آیا کریں گے۔ لیکن ان کے اتحاد اور ان کی تنظیم کے لئے ضروری ہے کہ ان کے نعرے بلند کئے جائیں۔ ان کا پروگرام اپنایا جائے۔ ان سے رابطہ قائم کیا جائے —— مزدوروں اور کسانوں نیز ان کے تمام ہی خواہ حلقوں اور افراد کے مطالبات اور وجود سے چشم پوشی کرنے والے ہر ناعاقبت اندیش فرد اور تنظیم کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ جب خود اس کو اس چشم پوشی کا نشانہ بننے پر مجبور ہونا پڑے گا تو کسمپرسی اور بیچارگی کے بڑے عبرتناک تماشے اسٹیج ہوا کریں گے۔ عوام کے معاشی پروگرام کو نظرانداز کرنے والوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کی یہ مجرمانہ خاموشی اس لحاظ سے بڑی خوش آئند ہے کہ اب خود عوام اپنے معاشی پروگرام کو مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ مراعات یافتہ طبقوں کے وظیفہ خوار اہل قلم کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اب سیاسی مسائل اور معاشی الجھنوں کو محض سوالوں کے "چیستان" کی شکل میں پیش کرنا چھوڑ دیں کیونکہ غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرنے کی وجہ سے وہ، منافقانہ روش اختیار کرنے کے جائز الزام سے نہ بچ سکیں گے۔ منافع خوروں، سیاسی بازیگروں اور منافقوں کے لئے یہ سطور اور یہ نکات بلاشک و شبہ ناقابل برداشت ہیں مگر وہ اب خیر منائیں کہ عوامی جمہوریت کی جدوجہد یقیناً انہی خطوط اور راہوں پر چلے گی۔

پنج سالہ مجلّہ خصوصی

قارئین سے معذرت

منشور دوستو! پروگرام کے مطابق بزم منشور کی جانب سے پیش کئے جانے والے پنج سالہ مجلہ خصوصی کی کتابت مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن اس ضخیم مجلہ کے لئے درکار مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اعلان شدہ وقت پر ہم مجلّہ نہ پیش کر سکے اب ہم اپنی تمام تر توجہ اس مجلّہ کے مالی پہلو پر صرف کر رہے ہیں اور اُمیّد ہے کہ بہت جلد اس کمی کو پورا کر لیں گے۔ چنانچہ یہ مجلہ خصوصی انشاءاللہ اپریل ۱۹۶۹ء میں بزم منشور کی دوسری سالگرہ کے موقع پر شائع کیا جائے گا۔ ہم اس تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

(ادارہ)

Dealers in :

Packing for Engines and Boilers-All Sorts, Hardware Millstore/Tools, Metals, Paints and Thermometers.

Stockists of :

Beltings, Pressure and Vaccum Gauges, Small Tools, Abrasive Goods, Paints, Hardware, Ropes, Non Ferrous Metals.

On Approved Government and Military List

SATCO SUPPLIERS

CHADEE LANE NEAR BADRI MASJID,
KARACHI-2 (Pakistan)

Cables : "ZONOBIA" **Phone : 36646**

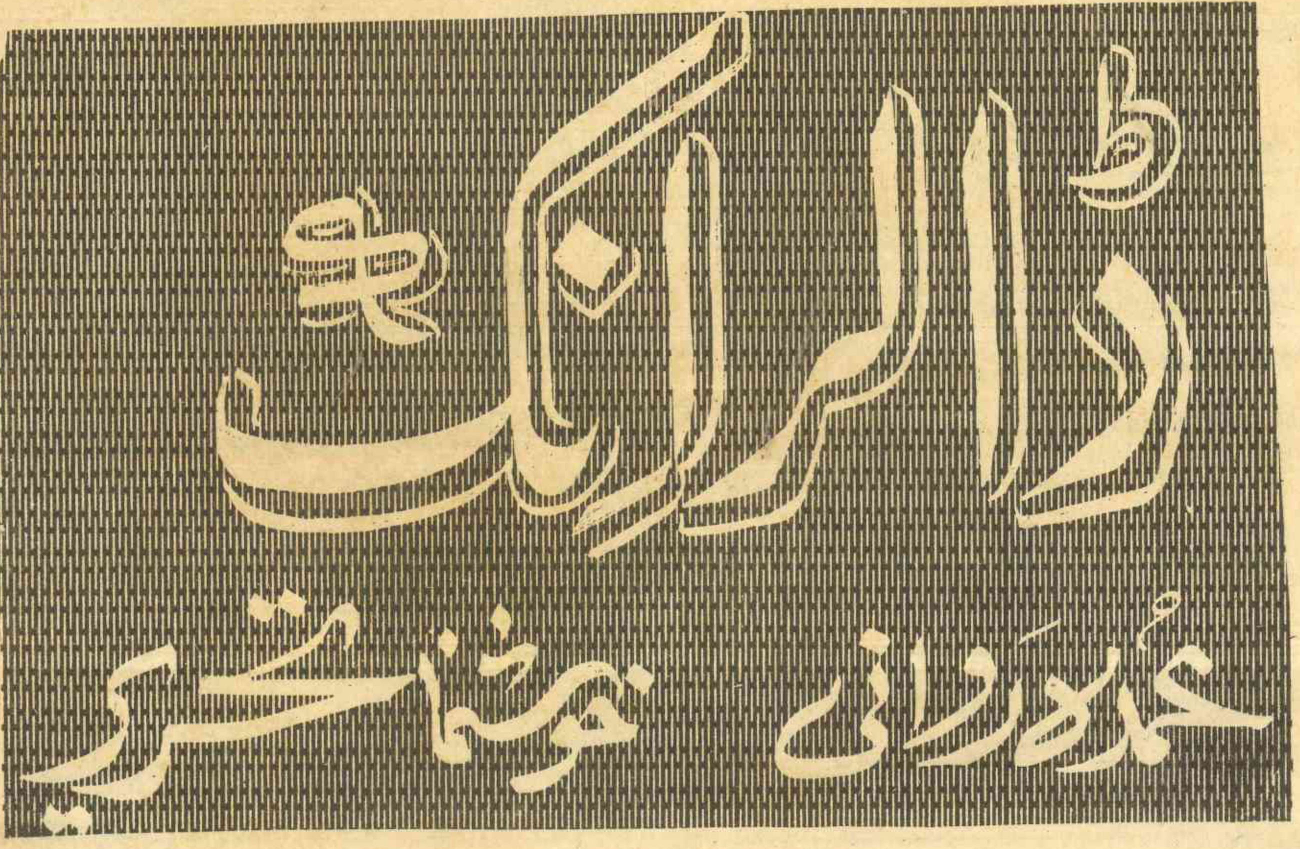

منشور

جنوری ۱۹۶۹ء

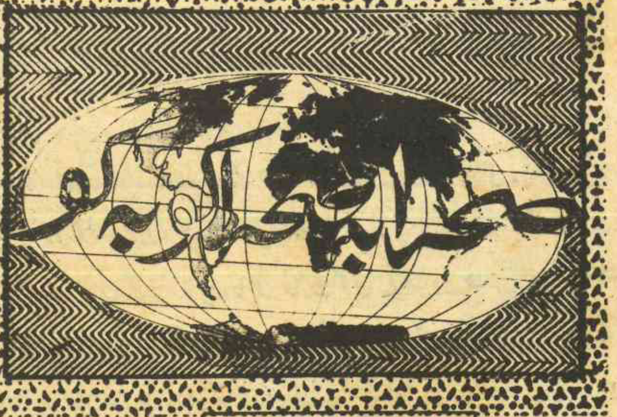

افتخار جلیل

۱۹۶۸

عوامی انقلابی جدوجہد

امریکہ

سنہ ۱۹۶۸ء میں امریکی عوام کی انقلابی جدوجہد نے بہت مؤثر انداز میں زور پکڑ رہا ہے۔ وحشیانہ جبر کے خلاف کالے امریکیوں کی جدوجہد، مزدوروں کی ہڑتالیں اور طالب علم تحریکوں نے امریکی اجارہ دار سرمایہ دار طبقہ کے مجرمانہ اقتدار پر متواتر ضربیں لگائیں۔

نسلی تشدد کے خلاف [illegible] اپریل میں کالے امریکیوں کی جدوجہد وسعت و ہمہ گیری دونوں کے لحاظ سے بے نظیر تھی۔ دس دن سے کم عرصے میں یہ جدوجہد خوفناک آگ کی طرح تقریباً ۱۷۰ امریکی شہروں میں پھیل گئی حد تو یہ ہے کہ امریکی سامراج کا قلب واشنگٹن شہر بھی اس کے شعلوں سے گھر گیا اور گولیوں کی آواز سے گونجتا رہا۔ اس کی گونج موسم بہار میں دوبارہ سنی گئی جب کلیولینڈ اور دوسرے شہروں میں تشدد اور جبر کے خلاف کالے امریکیوں کی جدوجہد نے زور پکڑا۔

اس سال مزدوروں کی ہڑتالوں نے بھی نیا رخ اختیار کیا۔ یکے بعد دیگرے ٹیکسی ڈرائیوروں، کوڑا کرکٹ اٹھانے والوں، گیس، پاور، ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے مزدوروں، کوئلے اور تانبے کی کانوں کے مزدوروں، ملاحوں اور گودیوں پر کام کرنے والوں، سب نے کامیاب ہڑتالیں کیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم حقیقت یہ ہے کہ مزدوروں نے صرف معاشی جدوجہد ترک کر کے سیاسی جدوجہد بھی شروع کر دی ہے۔ کالے امریکی مزدوروں نے متحد ہونا شروع کر دیا ہے اور وہ بیک وقت اجارہ دار سرمائے اور پاکٹ یونینوں ہ مزدوروں کو دھوکہ دیتی ہیں اور ان کی جدوجہد کو سبوتاژ کرتی ہیں۔ نوں ہی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔

اس سال طالب علموں نے سینکڑوں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں نسلی امتیاز، ویتنام میں امریکی اجارہ دار سرمایہ داروں کی جارحانہ جنگ اور زوال پذیر تعلیمی نظام کے خلاف ہڑتالیں کیں۔ ریاست ہائے متحدہ کی تاریخ میں یہ ایک ناپید چیز تھی۔ ان ہڑتالوں اور مظاہروں میں لاکھوں طالب علموں نے حصہ لیا جس نے بہت سے شہروں میں تعلیمی نظام کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔

امریکی طالب علموں نے اس سال صدارتی "انتخابی ڈھونگ" کے خلاف بھی تحریک چلائی۔ ۵۔ نومبر کو جب یہ ناٹک رسمی طور پر رچایا جانے والا تھا۔ ہزاروں نوجوان طالبعلم سڑکوں پر نکل آئے اور امریکی جھنڈے اور ووٹوں کی پرچیوں کو آگ لگا دی۔ انہوں نے امریکی عوام سے اس کھلی دھوکہ بازی — "الیکشن" — کا بائیکاٹ کرنے کی اپیل کی۔ امریکی تاریخ میں یہ واقعہ بھی پہلی دفعہ ظہور میں آیا ہے۔

فرانس

مئی اور جون میں انقلابی عوامی جدوجہد کے طوفان نے پورے فرانس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس جدوجہد کے اگلے مورچے پر طالب علم ڈٹے ہوئے تھے۔ طالب علموں نے مئی کے شروع میں پیرس میں اسکولوں سے، نکل کر سرمایہ دارانہ زوال پذیر تعلیمی اور سماجی نظام کے خلاف جدوجہد میں پہلقدمی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد پورے ملک میں ۶ لاکھ سے زیادہ یونیورسٹی کے اور ہائی اسکول کے لاکھوں طالبعلموں نے ان کی ہمدردی میں لبیک کہا۔ طالب علموں کی اس بے نظیر امڈتی ہوئی تحریک سے حوصلہ پاکر ایک کروڑ سے زیادہ مزدوروں نے عام معاشی اور سیاسی ہڑتالیں کیں اور ملک کے آدھے سے زیادہ کارخانوں اور تجارتی اداروں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے اور جون کے درمیانی عرصے میں عوامی جدوجہد جنگل کی آگ کی طرح ۹۰ سے زیادہ ڈیپارٹمنٹوں میں پھیل گئی اور بہت سے کارخانوں، کانوں، تجارتی اداروں، یونیورسٹیوں اور ہائی اسکولوں پر عوامی جدوجہد کا پرچم لہراتا رہا۔

فرانسیسی مزدوروں اور طالب علموں کی تحریک کا رُخ خاص طور سے اجارہ دار سرمایہ داروں کی شیطانی حکمرانی اور زوال پذیر سرمایہ داری نظام کے خلاف ہے سرمایہ دارانہ "نظم وضبط" کا مضحکہ اڑاتے ہوئے طالب علموں اور مزدوروں نے مستقل مزاجی سے "حکمرانوں کے تشدّد کا جواب انقلابی تشدّد" سے دینے کا اعلان کیا۔ بہت سے موقعوں پر انہوں نے سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کیں اور رجعت پسند پولیس اور خفیہ ایجنٹوں سے لڑائیاں لڑیں۔ جس کی وجہ سے پیرس اور دوسرے شہر جنھیں حکمران طبقے اپنے لئے جنت سمجھتے تھے ـــ میدان جنگ میں تبدیل ہو گئے۔ طالب علموں اور مزدوروں کی اس متحدہ جدوجہد کی وجہ سے "مزدورو اور طالب علمو متحد ہو جاؤ" کا نعرہ اس انقلابی طوفان میں ایک پرجوش للکار بن گیا ہے

اس وقت فرانسیسی مزدوروں اور طالب علموں میں حکمراں حلقوں کے خلاف ایک نئی تحریک کا طوفان ابل رہا ہے۔

اٹلی

اس سال بھی اٹلی میں انقلابی عوامی تحریک میں زبردست ابھار آیا۔ مزدوروں، کسانوں اور طالب علموں کی تحریکوں کے جوشیلے دھارے نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

سرمایہ داروں کے بے رحمانہ استحصال اور جبر کے خلاف مزدوروں نے زبردست ہڑتالیں اور مظاہرے کئے۔ اکتوبر سے نومبر تک ۳۰ سے زیادہ صوبوں میں مزدوروں نے یکے بعد دیگرے عام ہڑتالیں کرکے ایک تہائی اٹلی میں پیداوار کو ایک مقام پر روک دیا۔ نومبر کے وسط میں ایک کروڑ بیس لاکھ مزدوروں کی ۲۴ گھنٹے کی عام ہڑتال نے قومی معیشت کو بحران میں مبتلا کر دیا اس کے بعد روم کے علاقے میں ۱۵ لاکھ مزدوروں کی ہڑتال نے اٹلی کے قلب کو مجروح کر دیا۔

۱۹۶۸ء کی ابتدا اور مئی، جون میں قومی پیمانے پر زوال پذیر سرمایہ دارانہ تعلیمی اور سماجی نظاموں اور طالب علم تحریک پر حکومت کے تشدد کے خلاف طالب علموں نے حال ہی میں ایک نئی جدوجہد شروع کی۔ بہت سے شہروں میں زبردست ہڑتالیں اور مظاہرے پھوٹ پڑے۔ یونیورسٹیوں اور حد تو یہ ہے کہ سیکنڈری اور پرائمری اسکولوں کے طالب علم سڑکوں پر نکل آئے اور پولیس کے تشدد کا مجاہدانہ انداز میں مقابلہ کیا۔ مظاہرین نے کتبوں پر "مزدور۔ طالب علم اتحاد زندہ باد" کے نعرے لکھ رکھے تھے۔ انہوں نے مزدوروں کی ہڑتالوں سے نہ صرف ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ ان کے مظاہروں میں حصہ بھی لیا۔

حکومت کی زراعتی پالیسی کے خلاف اور اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے کسانوں کی جدوجہد بھی زور پکڑ رہی ہے۔

مغربی جرمنی

اس سال جمہوریت اور فاشی حکمرانی کے خلاف جرمن عوام کی جدوجہد دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد سب سے زیادہ بڑی تھی۔ اس نے اجارہ دار سرمایہ دار حکمران طبقے کو سخت دھچکا لگایا۔

اپریل کے وسط میں فاشی غارت گری کے خلاف طالب علموں کی منظم کی ہوئی تحریک پانچ سو سے زیادہ شہروں میں پھیل گئی جس میں تین لاکھ افراد نے حصہ لیا۔ اس عوامی تحریک نے مغربی جرمنی کے حکمرانوں کو بہت خوفزدہ کر دیا۔ انہوں نے عوام کی انقلابی جدوجہد کو دبانے اور فاشی حکمرانی کو برقرار رکھنے کیلئے انتہائی عجلت سے "ہنگامی قوانین" نافذ کر دئے۔ اس کھلی اشتعال انگیزی نے مغربی جرمنی کے عوام کی مزاحمت کو اور قوت بخشی اور مئی میں اس قانون کے خلاف عوامی جدوجہد اور زیادہ شدید ہو گئی۔ چالیس سے زیادہ شہروں میں لاکھوں افراد نے ہڑتالیں کیں، اسکولوں پر قبضہ کر لیا یا جلسے جلوسوں میں حصہ لیا۔ بہت سی یونیورسٹیوں میں طالب علم کلاسوں میں نہیں گئے اور رکاوٹوں، سبوتاژ، اور پکٹ لائنوں کا گھیرا توڑ کر مزدور بھی ان طالب علموں کے ساتھ مل گئے۔

مغربی جرمنی کے عوام نے اس حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے کہ امریکی سامراج دنیا بھر کے عوام کا خطرناک دشمن ہے۔ سال بھر امریکی سامراج کے خلاف یکے بعد دیگرے مظاہرے ہوتے رہے اور جلوس نکلتے رہے۔ بہت سے موقعوں پر نوجوانوں نے مغربی جرمنی میں امریکی اداروں کا محاصرہ کر لیا یا ان میں گھس گئے۔ مظاہرین کے دل پسند نعرے "امریکیو ویتنام سے نکل جاؤ" اور "امریکی سامراج دنیا کے عوام کا دشمن نمبر ۱ ہے" تھے۔

برطانیہ

اس سال برطانوی عوام کی جدوجہد اور زیادہ طاقتور ہو گئی ہے۔ اس میں صرف مقداری ترقی ہی نہیں ہوئی، بلکہ اس کا معیار بھی بلند ہوا ہے

اس سال مارچ، جولائی اور اکتوبر میں ویتنام میں امریکی جارحیت کے خلاف لندن میں امریکی سفارتخانے کے سامنے زبردست مظاہرے ہوئے۔

اجارہ دار سرمائے کے استحصال اور جبر کے خلاف مزدوروں کی جدوجہد شدت پکڑتی جا رہی ہے۔ برطانوی سرکاری حلقوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مزدوروں کی ہڑتالوں کی وجہ سے اس سال کے ابتد دس مہینوں میں اجارہ دار سرمائے کو کام کے دنوں کے لحاظ سے ۲

کے بعد ابتک سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ تیس لاکھ انجنیرنگ کے مزدوروں، تین لاکھ ریلوے مزدوروں، موٹر کے کارخانوں کے مزدوروں اور تجارتی ہوائی کمپنیوں کے پائلٹوں نے ہڑتالیں کیں یا آہستہ کام کیا، جس نے اجارہ دار سرمایہ داروں اور ولسن حکومت پر زبردست ضربیں لگائیں۔

اس کے علاوہ برطانیہ میں بہت سے شہروں میں کالج کے ۱۹۶۸ء میں طالب علموں نے تعلیمی نظام کی مخالفت اور جمہوری حقوق کی جدوجہد کی۔

دوسرے ممالک

اسپین، بلجیم، پرتگال، سویڈن، ڈنمارک اور مغربی یورپ کے دوسرے سرمایہ دار ملکوں میں اس سال انقلابی عوامی جدوجہد اور مضبوط ہوئی۔ خاص طور سے زوال پذیر تعلیمی نظام کے خلاف ترقی پسند طالب علموں کی تحریکوں اور امریکی سامراج کی جارحانہ پالیسیوں کے خلاف عوامی جدوجہد نے تقریباً ان تمام ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، اسپین میں میڈرڈ یونیورسٹی میں — جہاں ملک کے آدھے سے زیادہ کالج کے طالبعلم تعلیم پاتے ہیں، طالب علم تحریک بہت تیزی سے پھیلی۔ طالب علم نہ تو فرانکو حکومت کے تشدد سے گھبرائے نہ انہوں نے تعلیمی "اصلاحات" کے قرطاس ابیض، سے دھوکا کھایا، اور انہوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی جس سے مجبور ہو کر حکام نے چالیس دن تک، اپنی یونیورسٹی بند رکھی۔ بلجیم میں طالب علموں کی چلائی ہوئی تحریک کی وجہ سے حکومت بحران کا شکار ہو گئی۔ اس سال کے دوران سویڈن کے عوام نے ویتنام میں امریکی جارحیت کے خلاف بمثال مظاہرے کئے۔

اداریہ

اور رہنماؤں کے دل جیتیں۔ سامراج دشمنی، مزدور کسان دوستی کے نعرے لگائیں۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اس زمانے میں ہر سیاسی گروہ اندرونی طور پر ٹوٹ پھوٹ کے دور سے گزرے گا۔ عوام دوست گروہوں میں چھپے ہوئے عوام دشمن عناصر نکل نکل کر بھاگیں گے اور عوام دشمن گروہوں میں پھنسے ہوئے عوام دوست عناصر بغاوت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جن میں سے کچھ بددل اور بے عمل ہو کر اپنی اپنی قبریں کھود لیں گے اور کچھ نئے حساب سے نئی صفیں جمائیں گے، ہمیں چاہیئے کہ ان باعمل اور باحوصلہ عناصر کو عوامی پروگرام پر جمع کر کے عوام دشمنوں کو تنہا اور پسپا کر دینے کی کوششیں تیز سے تیز تر کرتے رہیں کہ یہی ہمارا مقصد اور یہی ہماری نیت ہے۔

آخری نذر

(افرو ایشیائی تحریکِ آزادی کے نام)

اے سینۂ عوام کے جلتے ہوئے لہو
ارزاں سہی پر اتنا بھی ارزاں نہیں ہے تو
زخموں کا کچھ تو مول کبھی وہ چکائیں گے
چاندی کے بادلوں پہ بھروسا سہی مگر
کوسوں لگی ہے آگ کہاں تک بجھائیں گے

اے قصرِ اقتدار کی گرتی ہوئی فصیل
ان آنسوؤں کے سیل میں بہہ کر رہے گی تو
لوہا پگھل رہا ہے دہکتے حصار کا
اینٹیں چیخ رہی ھیں تجھے کچھ خبر بھی ہے
دیوار و در سے پوچھ کہ رختِ سفر بھی ہے

زخموں کا سر پہ قرض تھا وہ بھی ادا ہوا
لانا لہو کی نہر کا شیریں کے شہر تک
ہم کوہکنوں پہ فرض تھا وہ بھی ادا ہوا
اب کیا رہا ہے پاس کہ جس کا کریں خیال
کبتک بچا بچا کے رکھیں کوزۂ سفال
پیاسے غموں کی دھوپ میں کب سے کھڑے ہیں لوگ
راہِ وفا میں سنگ کی صورت پڑے ہیں لوگ
بادہ کشو اٹھو کہ صلیبوں کی چھاؤں میں
یہ آنسوؤں کا زہر دلوں تک اتار دیں
رنگِ قلم کے واسطے اب کیا رکھیں لہو
اک آخری ہے نذر اِسے بھی گزار دیں

ساقی جاوید

جہالت افلاس کی بد ترین قسم ہے ——— حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

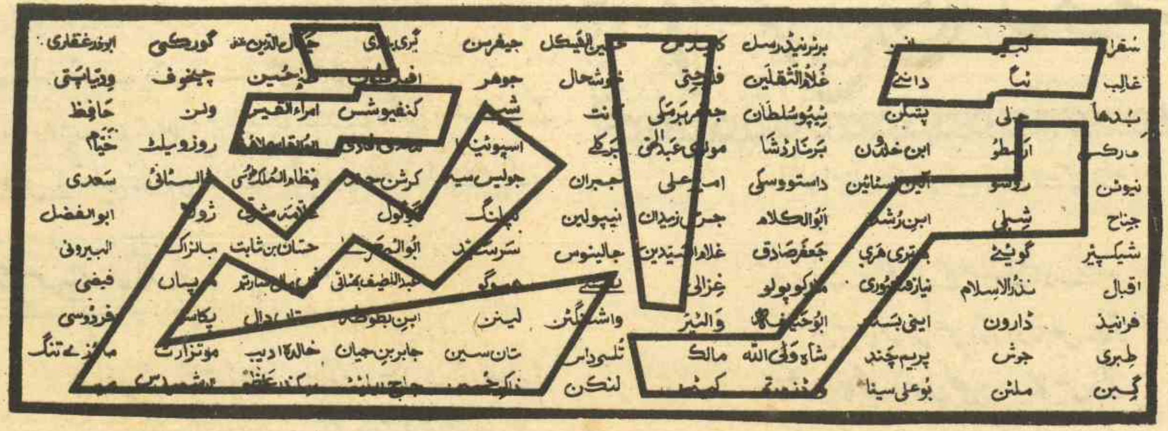
سقراط
غالب
بُدھا
مارکس
نیوٹن
جناح
شیکسپیئر
اقبال
فرائیڈ
طبری
گبن
غالب
علی
ارسطو
روسو
شبلی
گوئٹے
نذرالاسلام
ڈارون
جوش
ملٹن
دانتے
پشکن
ابن خلدون
آئن سٹائن
ابن رُشد
نیاز فتح پوری
پریم چند
بوعلی سینا
برٹرینڈ رسل
غلام الثقلین
ٹیپو سلطان
برنارڈ شا
داستووسکی
ابوالکلام
جعفر صادق
مارکو پولو
ابوحنیفہ
شاہ ولی اللہ
جعفر برمکی
مولوی عبدالحق
امیر علی
جرجی زیدان
غلام السیدین
غزالی
والٹیر
مالک
خوشحال
برکلے
جبران
نیپولین
جالینوس
واشنگٹن
تلسی داس
لنکن
جیفرسن
جوہر
اسپونیزا
جولیس سیزر
سرسید
لینن
تان سین
جابر بن حیان
ابن بطوطہ
عبداللطیف بھٹائی
ابوالمعری
حسان بن ثابت
کرشن
امراء القیس
کنفیوشس
جمال الدین افغانی
نظام الملک طوسی
علامہ مشرقی
خالد ادیب
سکندر اعظم
گورکی
چیخوف
ولن
روزویلٹ
السنائی
زولا
بالزاک
موتزارٹ
ابوذر غفاری
ودیاپتی
حافظ
خیام
سعدی
ابوالفضل
البیرونی
فیضی
فردوسی
ماؤزے تنگ

قوتِ فی العمل یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھا جائے ——— حضرت عمر فاروق رض

عدالت کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی طولانی ہے، تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہ ہو سکی، ہم اس میں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھ کھڑے کیئے گئے، ہم کو اس میں سقراط نظر آتا ہے، جس کو صرف اس لئے زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا ——— مولانا ابوالکلام آزاد

اس قوم کی حالت کس قدر قابل رحم ہے جو ایک سینہ زور شخص کو اپنا ہیرو بناتی ہے اور بظاہر شاندار فاتح کو فیض رساں خیال کرتی ہے ——— جبران خلیل جبران

سیاسی اور اجتماعی اداروں کی زندگی میں وہی دور سب سے زیادہ صبر آزما ہوتا ہے جبکہ غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہوں اپنوں کو غیر بنایا جا رہا ہو اور افترا پردازیوں کے شوشے اٹھ رہے ہوں ——— بہادر یار جنگ

اگر سماجی زندگی اور ادب کا کوئی تعلق ہے تو سیاست ہی ہماری فکری اور جذباتی زندگی کی ایک حقیقت ہے ادب کو سیاست سے علیحدہ کرنا در اصل ادب کے ماورائی نظریہ کی طرف رجعت ہے ——— سید محمد حسن

انسان کی محنت بھرپور اور روح افزا اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اسے اپنی محنت کے ثمر، زندگی کے تسلسل اور فطرت کی عادت کا یقین ہو ——— ممتاز حسین

وہ غلام جو نہ صرف اپنی آزادی کی کوششوں سے جان چراتا ہے بلکہ اپنی غلامی کا جواز پیش کرتا ہے اور اسے خوبصورت جامہ پہنا کر پیش کرتا ہے۔ ایسا غلام پاجی کمینہ اور سفلہ شخص ہے جو لوگوں کے دلوں میں اپنے لئے غصے، حقارت اور نفرت و کراہیت کے جائز جذبات پیدا کرتا ہے ——— لینن

شریف وہ ہے جو اپنے قول و قرار کا پابند ہے ——— ایک عربی کہاوت

عوام کے خیالات معلوم کر کے ان کو یکجا کرو، پھر عوام میں جاؤ، ان خیالات پر قائم رہو اور ان پر عمل کرو تاکہ قیادت کے صحیح نظریات کی تشکیل ہو سکے۔ یہ ہے قیادت کا بنیادی طریقہ ——— ماؤزے تنگ

جو غلام اپنی غلامی کو سمجھ لیتا ہے اور اس کے خلاف جد و جہد کرتا ہے وہ انقلابی ہے، جو غلام اپنی غلامی کو نہیں سمجھتا وہ ایک رند ہے اور گونگے کی طرح اسی میں پڑا سڑتا ہے ——— سری نیواس لاہوٹی

غلام کے فرائض بھی کتنے کٹھن ہیں، یوگیوں کے لئے بھی ان کا نبھانا مشکل ہے، غلام اگر چپ رہے تو گونگا، بول چال میں چست ہو تو باتونی، نزدیک رہے تو ڈھیٹ، دور رہے تو بے وقوف، قوت برداشت رکھتا ہو تو ڈرپوک اور اگر نہ رکھتا ہو تو رذیل کہلاتا ہے ——— بھرتری ھری

اعجاز الحق

اعلان

کمرہ میں صرف چھ آدمی تھے ۔

ان کے علاوہ نیم روشن اور پُر ہول کمرہ میں کوئی اور متنفس نہ تھا۔

جیلر۔ ڈاکٹر۔ جیل کا ایک ملازم۔ دو گن مین اور ایک نوجوان جو گن مینوں سے آٹھ دس فٹ کے فاصلہ پر ایک کُرسی سے باندھ دیا گیا تھا۔ یہ کل چھ آدمی تھے۔

ڈاکٹر اور جیلر گن مینوں کے بائیں طرف اُن سے ذرا کچھ ہٹ کر کھڑے تھے جیل کا ملازم کُرسی پر بندھے ہوئے نوجوان کے قریب ہی کھڑا تھا۔ شائد وہ ابھی ابھی اس نوجوان کو باندھ کر فارغ ہوا تھا کچھ دیر پہلے جیل کا پادری اپنی مخصوص دعاؤں سے نوجوان کو مذہب کی آشیرباد دے کر جا چکا تھا۔

یہ رسم غالباً اس کارروائی کا آخری حصہ تھی۔

جیلر پچھلے چند منٹوں سے خاموش تھا۔ پادری کے چلے جانے کے فوراً بعد اُسے نوجوان سے وہ سوال دریافت کرنا چاہتے تھا۔ جس کا دریافت کرنا اُس کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔

جیل کا ملازم چونکہ جیلر کے بالکل سامنے کھڑا تھا، اس لئے اُس کی نگاہیں مسلسل جیلر پر مرکوز تھیں۔ گن مین جیلر کے برابر کھڑے ہونے کی وجہ سے اُسے کھُل کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن بے حس و حرکت کھڑے تھے کیونکہ اس کارروائی کو آگے بڑھانے میں اُن کی رائے لئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر شائد اس لئے ماحول سے لاتعلق کھڑا نظر آ رہا تھا کہ اُس کی ڈیوٹی کے شروع ہونے میں ابھی دیر تھی۔ دفعتاً جیلر نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

جیل کے ملازم کی ساکت آنکھیں اچانک متحرک ہو گئیں۔ گن مینوں نے اس طرح سانس لیا کہ ڈیوٹی شروع ہی ہونے والی ہو۔ ڈاکٹر نے بھی اپنا وزن ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کرنے کے لئے پہلو بدلا۔ ساتھ ہی اس نے اضطراری طور پر گھڑی پر بھی نظر ڈالی۔

لیکن گلا صاف کرنے کے بعد بھی جیلر چپ کھڑا رہ گیا۔

اُس نے اپنے آپ کو پوری طرح قابو میں کرتے ہوئے بولنے کے لئے ہونٹ ہلائے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔

یہ کوئی ایسا مرحلہ نہ تھا۔ جس کے لئے جیلر ملازمت کی پوری زندگی میں کبھی پریشان ہو۔ اُس کی ساری عمر ہی یہ کام کرتے ہوئے گذری تھی۔ اِس کی انجام دہی میں اسے کوئی نفسیاتی اُلجھن محسوس نہیں ہوئی تھی۔

ایک انجانی سی اُلجھن — ایک بے نام سا خیال تھا۔ جو اس بار اُس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ وہ خشک ذہن کا مالک ہونے کے باوجود اس کشمکش سے پیچھا نہ چھڑا سکا تھا۔

نہ جانے یہ کیا چیز تھی ؟

اُس نے بے چینی کے عالم میں کُرسی سے بندھے ہوئے نوجوان کی طرف دیکھا۔

نوجوان سامنے ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

لیکن سامنے کھڑے ہوئے کسی بھی آدمی پر اُس کی نظر نہیں تھی ۔

اُس کی سوچ میں ڈوبی ہوئی کھوئی کھوئی آنکھیں یوں تو سامنے دیوار پر مرکوز تھیں مگر ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا کہ اِن کی توجہ کا مرکز دیوار ہی ہے۔

جیلر نے واضح طور پر محسوس کیا تھا کہ اس کے ذہن کی ساری قوتیں مل کر بھی نوجوان کی نظروں کے فاصلے نہیں ناپ سکی تھیں ۔

جیلر کا شاعری سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ لیکن اُسے ایسے ہی لگ رہا تھا۔ جیسے نوجوان کی آنکھیں بے کنار ریگستانوں میں سرسراتی ہوئی ہواؤں کی آہٹیں لے رہی ہوں۔ بلکہ شائد اِس سے بھی دور مریخ کی غیر ارضی شام کے خاموش اُداس اچھوتے اور انجانے حُسن کو قوتِ بیان دینے کی کوشش کر رہی ہوں۔ یا زہرہ کی نیم تاریک صبح کے ملگجے اجالوں سے پھوٹنے والی روشنی میں زہرہ کے ماضی کے دھندلے غباروں میں جھانک رہی ہوں۔

جیلر نے جھلا کر اِن خیالات کو جھٹک دینا چاہا۔ وہ ایک کھُردری سی سوچ رکھنے والا آدمی تھا۔ اُسے اِس قسم کے خیالات رکھنے والے احمقوں میں سے نظر آتے تھے ۔

لیکن تھوڑی دیر میں اُسے محسوس ہوا کہ اِن خیالات کو جھٹک دینا آسان کام نہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہوا کہ جن راستوں سے وہ خیالات اُس کے ذہن میں گھسے تھے۔ وہ بند ہو چکے ہوں۔ اور اِن کو جھٹک دینے کا کوئی راستہ نہ رہ گیا ہو۔

اپنی اس کمزوری پر اُسے اس قدر غصہ آیا کہ اسی عالم میں اُس نے نوجوان وہ سوال کر دیا جو اُسے بہت پہلے ہی کر دینا چاہئے تھا۔

"کوئی خواہش ہو تو بیان کرو،،

اُس نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

الفاظ اُس کی زبان سے ادا تو ضرور ہو گئے تھے۔ لیکن اُسے خود ہی احساس ہو گیا تھا کہ اِن کی ادائیگی میں ذہن نے ساتھ نہیں دیا تھا۔

ایک ثانیے کے لئے نوجوان کی نظریں دیوار سے ہٹ کر اُس کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

جیبر نے صرف ایک ثانیہ ہی نوٹ کیا تھا۔ جس میں ایسا لگا تھا کہ نوجوان کی نظریں اُس کے چہرے کو دیکھ رہی ہوں۔

اُس کے بعد، ــــ وہ اس کے دماغ کے آر پار ہو گئی تھیں ــــ بظاہر وہ بدستور اُس کے چہرے پر مرکوز تھیں کچھ لمحوں بعد نوجوان نے آہستگی سے چہرے کو دائیں بائیں حرکت دی یہ حرکت اتنی ہی غیر محسوس تھی کہ اگر پوری سچویشن سامنے نہ ہو تو کوئی اسے نوٹ بھی نہ کرتا۔

نوجوان نے چہرے کو یوں جنبش دی تھی۔ جیسے اپنے ہی تصورات کی اُدھیڑ بن میں سر ہلایا ہو۔ اس کے چہرے پر طمانیت کی دبیز تہیں بدستور قائم تھیں۔ آخری لمحات زیادہ قریب آجانے کے خیال نے بھی اُس کے چہرے پر کوئی تغیر پیدا نہ کیا تھا۔ گہرے سمندروں کے پانیوں کی سطح کی طرح ایک مستقل اور انمٹ سکون اُس کے چہرے پر لہریں لے رہا تھا۔

سارے مراحل طے ہو چکے تھے!

نوجوان نے اپنی آخری خواہش بتانے سے انکار کر دیا تھا۔ اِس کے بعد آخری مرحلہ شروع ہوتا تھا۔ یہ مرحلہ جیلر کا ایک فرض تھا۔ اس فرض کی تکمیل کرتے ہوئے اُس کے منہ سے نکلے ہوتے ایک لفظ پر نوجوان کو کرب والم سے نجات مل جاتی۔

خاموشی طویل ہونے پر ڈاکٹر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ چند لمحوں بعد اُس کی ڈیوٹی شروع ہونے والی تھی۔

یوں تو یہ چند لمحے تھے۔ لیکن ڈاکٹر کو یہ ایک تھکانے والی مدت معلوم ہو رہی تھی۔ شائد اِس لئے کہ اِس سے پیشتر اُس کی ڈیوٹی ایسے لوگوں پر ہوا کرتی تھی۔ جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا ہوتا تھا۔ لیکن آج اُس کی ڈیوٹی ایک ایسے نوجوان پر تھی۔ جس کے بارے میں اُس نے اخبارات میں کافی کچھ پڑھا تھا۔ اِس لئے اُسے معلوم تھا کہ یہ نوجوان ایک تحریک کا رُکن تھا اِس تحریک کے اصل لیڈروں کو پولیس کافی کوششوں کے باوجود گرفتار نہیں کر سکی تھی۔ شائد کارُوائی دکھانے کے لئے اِس نوجوان کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اس نوجوان پر اُس تحریک کا ممبر ہونے کا الزام تھا جس نے پچھلے کچھ عرصہ سے ملک میں ایسی کاروائیاں شروع کر رکھی تھیں۔ جو حکمران طبقہ میں بے چینی کا باعث بن رہی تھیں۔ اِس لئے جب یہ نوجوان ہاتھ آیا تو ملکی قوانین کے تحت اُسے مقدمہ چلائے بغیر فوری طور پر ختم کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ مقصد شائد یہ تھا کہ تحریک کے باقی ماندہ لوگوں کو خوف زدہ کر کے اُن کی سرگرمیوں کو بند کیا جا سکے یا شائد اِس اقدام سے یہ لوگ اپنے ذہنوں میں گھسے ہوئے اُس خوف کو دور کرنا چاہتے تھے۔ جن کی وجہ سے اُن کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں۔ ورنہ اِس نوجوان پر اتنی سنگین نوعیت کا الزام ہرگز نہ تھا کہ اُسے یہ سزا دی جاتی۔

گرفتاری کے بعد سے اب تک اِس نوجوان پر جو تشدد کئے گئے تھے۔ اُن سے ڈاکٹر سے زیادہ اور کون واقف ہو سکتا تھا۔ کیونکہ جب غیر معمولی تشدد کئے جانے پر وہ بے ہوش ہو جاتا تو ڈاکٹر ہی کو بلایا جاتا تھا۔ لیکن زبردست تشدد کے باوجود نوجوان کے ہونٹ ایسے بند رہے جیسے کھلنے کے لئے بنے ہی نہ ہوں۔

اس تمام مدت میں وہ صرف دو تین دفعہ بولا تھا۔ وہ بھی ایسے موقعوں پر جب تشدد کی انتہا ہونے پر وہ بے ہوش ہو جاتا اور تشدد کرنے والے اُس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے کے لئے پاس سے ہٹ جاتے۔ اور ڈاکٹر کی کوششوں سے وہ ہوش میں آکر آہستہ سے پانی پینے کی خواہش ظاہر کرتا۔

لیکن پانی مانگنے کا یہ انداز بھی ایسے ہی ہوتا۔ جیسے وہ اپنے قریب ہی موجود آدمی سے پانی نہ مانگ رہا ہو۔ بلکہ کسی ویرانے میں دور دور تک پانی نہ دیکھ کر پیاس کی شدت سے خود کلامی کے عالم میں بڑبڑایا ہو۔ اور مخاطب کوئی نہ ہو۔

دو تین دفعہ پانی مانگنے کے علاوہ اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔

تشدد کے علاوہ اُسے لالچ بھی دیئے گئے کہ وہ تحریک کے کارپردازوں کے نام اور ٹھکانے ظاہر کر دے۔ ایسی پیش کشوں کے موقع پر اُس کی آنکھوں میں جو تشدد کے وقت پتھرائی رہتی تھیں چند ثانیوں کے لئے شدید حقارت جھلکنے لگتی اِس کے بعد اُن میں پہلی سی ویرانی مسلط ہو جاتی۔

اُس کے چہرے کو دیکھ کر ایک ہمہ گیر خاموشی کا احساس ہوتا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے بے کراں کائنات کی تمام خموشیاں اُس کے چہرے پر مرتکز ہو گئی ہوں۔

جو لوگ اُس پر تشدد کر رہے تھے ــ وہ اُن سے احتجاج کے طور پر خاموش تھا۔ جن لوگوں کے نام چھپانے کے لئے وہ تشدد سہہ رہا تھا ــ اُن سے بھی اُس کا احتجاج خاموشی تھی۔

ڈاکٹر نے گھڑی کی طرف دیکھا۔

گھڑی پر اُس نے بے خیالی میں نظر ڈالی تھی۔ ورنہ نہ تو وہ وقت دیکھنا چاہتا تھا۔ نہ ہی گھڑی دیکھنے پر اُسے چند دھندلے نقوش کے سوا کچھ نظر آیا۔

ڈاکٹر سوچنے لگا کہ اِس نوجوان کے نام تک کا اُس کو علم نہیں تھا۔ اُن کو بھی علم نہیں تھا۔ جن کے احکامات پر اُس کو یہ سزا دی جا رہی تھی۔ شائد اُس تحریک کے لیڈروں کو بھی پتہ نہیں تھا۔ جن کے نام چھپانے کے لئے وہ اس حالت کو پہنچا تھا۔

اِن سارے متعلقین کے لئے اُس کو سزا کی خبر یقیناً اتنی ہی اہمیت رکھتی۔ جیسے اخبار کے کسی کونے میں دو سطری خبر کہ فلاں فٹ پاتھ پر ایک گداگر سردی سے ٹھٹھر کر مر گیا۔ اُس گداگر کا نہ کوئی نام ہوتا ہے اور نہ اُس کے کسی عزیز کا نام۔ اس بھری دنیا میں اُس کو جنم دینے والی بھی اُس کا ماتم کرنے کے لئے موجود نہیں ہوتی۔

لیکن نوجوان اِن تمام چیزوں سے بے نیاز انتظار کر رہا تھا۔ اور اُس کی زبان بند تھی۔

ڈاکٹر نے سوچا۔ اتنی گمنام اذیت اور اِس پر اِس قدر استقلال! کیا یہ نوجوان

ساری انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہو چکا ہے۔ کہ کسی صلہ کی توقع کئے بغیر اتنی وارفتگی، بے پرواہی اور بے جگری دکھا رہا ہے۔

اِس خیال پر ڈاکٹر نے پھر پہلو بدلا۔ لیکن اِس دفعہ اُسے گھڑی دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ کیونکہ جیلر نے گن مینوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ اُٹھا دیا تھا۔

”ش ۔ و ۔ ٹ“

خاموش کمرے کے سناٹے میں تڑکھڑاتی ہوئی آواز میں سرگوشی سی گونجی گن مینوں کی رائفلیں مکینیکل انداز میں اوپر اٹھیں۔

”تڑاخ ۔ تڑاخ ۔ تڑاخ“

کمرہ کی فضا میں تسلسل سے گونجدار اور کرخت آوازیں پیدا ہوئیں اور نوجوان کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

دل کے مقام پر خون کا ایک فوارہ اُس کے سینے میں ابل رہا تھا ——— سرخ سرخ اور چمکدار خون ——— نوجوان بے جان ہو گیا۔

گولی لگنے کے بعد تکلیف کے اظہار کو روکنے کے لئے اُس نے نچلے ہونٹ کو اوپری ہونٹ سے دبا لیا تھا۔

ڈاکٹر کو نہ جانے کیوں اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے پوری کائنات نے زمین کو اِسی طرح بھینچ لیا ہو۔ جیسے اِن ہونٹوں میں پوری عالم انسانیت کی آواز دب کر رہ گئی ہو۔ جیسے اِن ہونٹوں کی طرح کل کائنات کی آواز سلب کر لی گئی ہو اور اب کبھی کہیں سے بھی کوئی آواز نہ آسکے گی۔

پھر ڈاکٹر کو ایسا محسوس ہوا کہ عیسیٰ کو مصلوب کر دیا تھا۔

اُس نے ایک نومیائی کیفیت میں نوجوان کے چہرے کی طرف دیکھا۔

اسی کیفیت میں اُسے یاد آیا کہ اسے نوجوان کی موت کا باقاعدہ رسمی اعلان کرنا ہے۔ لیکن یہ خیال تھوڑی دیر کے لئے اس کے ذہن کے کسی گوشے میں اُبھر کر پھر ڈوب گیا۔

نوجوان کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اُن بند آنکھوں کے نیچے لکیروں کی صورت میں ایسے نشانات پڑ گئے تھے جیسے ناقابل بیان درد برداشت کر لیا گیا ہو۔

ڈاکٹر کے ذہن میں ایک احساس بجلی کی طرح کوند گیا۔

اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اِن لکیروں میں ساری کائنات کا بوجھ سمیٹ لیا گیا ہو۔

ایک اور خیال سے ڈاکٹر کے ذہن و جسم میں تیز سنسناہٹ دوڑنے لگی۔

”یہ انسانی فطرت کے بس میں نہیں ہے“

اس نے سوچا۔

احساس کی ایک انجانی منزل اور نیم جاں حالت میں ڈاکٹر نے نوجوان کی لاش کے سامنے سر جھکا دیا۔

——— وہ اُسے سجدہ کر رہا تھا۔

پھر وہ اُس کے سامنے جھکتا ہی چلا گیا۔

○

دفعتاً جیلر نے زانوؤں پر جھکے ہوئے ڈاکٹر کو جھنجھوڑ کر کہا

”ڈاکٹر! ہوش میں آؤ۔ تمہیں اُس کی موت کا باقاعدہ اعلان کرنا ہے۔ اِس کے بغیر کارُوائی مکمل نہیں ہو گی۔ چلو اٹھو! اپنی ڈیوٹی دیکھو۔“

لیکن جھنجھوڑنے پر ڈاکٹر کا جسم ایک طرف لڑھک گیا تھا۔

جیلر گھبرا کر اُس پر جھک پڑا۔

——— ڈاکٹر کا جسم مردہ ہو چکا تھا!

FINIS
SUPERSONIC 20 C
New! Powerful Insecticide
for Modern Living

خزاں کے نامہ بر

درد کا طوفان اٹھائے
تنگ موسم زرد پتے
یہ خزاں کے نامہ بر
اُڑ رہے ہیں بادلوں کے دوش پر

گلستاں در گلستاں ہیں نغمہ زن
انجمن در انجمن سایہ فگن
قریہ قریہ ان سے ہی روشن ہیں زخموں کے چراغ
بستی بستی بانٹتے پھرتے ہیں یہ خوں کے ایاغ

ہر گلی ہر رہ گزر
رقصِ شرر ان کا ہنر
خونچکاں ہیں ریزے ریزے پیرہن
سرد لاشوں کی نمائش ان کا فن

فارغ بخاری

کیوں

جیون کا ہر بیتا لمحہ

روگ انجانے دیتا ہے

اپنا جیون روگ بنا ہے

شاید جیون روگ ہی ہو

ڈوب کے تنہا سوچ میں اپنی

کبھی کبھی یوں اُبھرا ہوں

گر جیون اک روگ ہے پیارے

پھر یہ دنیا والے کیوں

ہر میّت پہ روتے ہیں

ہمایوں کاشمیری

اشرف حسین رضوی —— ایک مخلص مزدور کارکن

انٹرویو

شبر اعظمی

وہ لیبر ڈیپارٹمنٹ میں حسب معمول مصالحتی گفتگو میں مصروف تھے کہ اُن کی گرفتاری کا وارنٹ پہنچ گیا

عوام کی خدمت کرنا ہی اُنکا نصب العین ہے

اخبار کی ایک مختصر سی خبر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا کہ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے جنرل سکریٹری اشرف حسین رضوی ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کر لئے گئے میں سوچنے لگا کہ کیا ڈیفنس آف پاکستان رولز کا اطلاق مزدور تحریک کے مخلص بے لوث کارکنوں پر ہوتا ہے؟ یا پھر اشرف بھائی جیسی پیاری شخصیت سماج دشمن اور غیر محب وطن بھی ہو سکتی ہے؟ میرے ذہن میں ان کی معروف شخصیت گردش کرنے لگی میں جس پہلو سے دیکھنا چاہتا یہی دیکھ پاتا کہ وطنیت اور عوام دوستی کے جذبے سے سرشار معاشرہ کی برائیوں کی بیخ کنی اور سماج کی تعمیر نو میں مصروف اشرف حسین رضوی کو اپنے حال کا بھی ہوش ہیں بلکہ میں نے اکثر لوگوں سے یہی سنا کہ اشرف حسین رضوی لیبر ڈیپارٹمنٹ نڈسٹریل کورٹ سے آنے کے بعد کراچی مزدور کمیٹی کے تنظیمی امور میں سرگرم رہتے ہیں مختلف اداروں کے مزدور اُن کو گھیرے میں لئے ان کو اپنا دکھڑا سنا رہے ہیں اور وہ ان کو مشورے دے رہے ہیں۔ رات گئے تک مختلف کیسوں کی تیاریوں میں لگے رہتے ہیں اور کسی کو یہ علم نہیں ہو پاتا ہے کہ وہ سوتے کب ہیں اور صبح سویرے اٹھ کر ایک گلاس پانی سے منہ دھوتے ہیں تیل سے بے نیاز بال کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کرتے ہیں اور اپنا وزنی بیگ اٹھا کر عازم لیبر ڈیپارٹمنٹ ہو جاتے ہیں اور جب لوگ زبردستی پکڑ کر ان کو نہانے اور بال بنوانے پر مجبور کرتے ہیں تو کہیں وہ نہاتے اور بال ترشواتے ہیں۔

میں نے اپنے ذہن کے مختلف گوشوں میں ان کی شخصیت دیکھنا چاہی لیکن میرے ذہن میں سوالیہ نشان برقرار رہا کہ کیا اشرف حسین رضوی پر ڈیفنس آف پاکستان رولز کا اطلاق ہو سکتا ہے بلکہ ہر طبقہ خیال اور ہر مکتبِ فکر سے اشرف حسین رضوی کی گرفتاری کے خلاف اٹھتی ہوئی صدائے احتجاج نے میرے ذہن کے سوالیہ نشان کو اور زیادہ گہرا ہی کرتی رہی۔

میں نے دیکھا کہ اس ملک کے محبِ وطن و باشعور مزدور کسان، طالبعلم، وکلاء۔ دانشور، صحافی اور اساتذہ تمام کے تمام افراد ان کی رہائی کا مطالبہ اور ان کی گرفتاری پر غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

میں نے سوچا کہ نیند بھری آنکھوں، بے ترتیب بڑھے ہوتے بال استری سے بے نیاز بے ترتیب ڈھیلے ڈھالے کپڑوں اور پھٹے جوتے پہننے والا اشرف کتنا مقبول اور کتنا ہر دل عزیز ہے اس کی شخصیت کا نقش کتنا گہرا ہے۔

جبھی تو اس کی گرفتاری پر تمام ہی طبقہ خیال مکتبِ فکر کے لوگ مضطرب ہیں۔ میرا بھائی بھی کہہ رہا تھا کہ بھیا میں نے آج جانا کہ انسان کی حقیقی شخصیت اس کا خلوص اور جذبہ اور شعور کی بالیدگی مرتب کرتی ہے کیونکہ ایک مرتبہ جب میں نے اس سے اشرف صاحب کو متعارف کرایا کہ آپ مزدور رہنما اشرف رضوی کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے جنرل سکریٹری ہیں تو اس کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس کو اشرف بھائی میں تو ذرا بھی ظاہرانہ شان و شوکت اور رہنمایانہ وجاہت نظر نہیں آئی تھی۔

اس نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا کہ بھیا اشرف صاحب کو ڈیفنس آف پاکستان

رولز کے تحت کیوں گرفتار کر لیا گیا۔

بھلا میں کیا جواب دیتا میرے ذہن میں جو پہلے ہی سوالیہ نشان گردش کر رہا تھا میں نے کہا کہ اس کا صحیح جواب تو تم کو اشرف بھائی اپنی رہائی کے بعد ہی دے سکتے ہیں۔ اور ان کی رہائی کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو پہلا سوال میں نے یہی کیا کہ اشرف بھائی آپ کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا۔

انہوں نے اپنی گرفتاری کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کی تشکیل کے بعد کراچی کی محنت کش برادری نے بڑی تیزی سے اپنے کو منظم کرنا شروع کیا جس کو کہ یہاں کے سرمایہ دار اور حکام پسند نہیں کرتے لیکن ان کی ناپسندیدگی سے کیا ہوتا ہے مزدور برادری اپنی تنظیم کی تشکیل میں سرگرم عمل تھی ابتدا پہلے تو لیبر ڈیپارٹمنٹ اور ایڈمنسٹریشن کے حکام کہنے لگے کہ کیوں گڑبڑ کرتے ہو لیکن کبھی وہ اس مفہوم کو نہیں سمجھا سکے کہ گڑبڑ سے مراد کیا ہے وہ یہی کہتے کہ آپ مزدوروں کو منظم کیوں کر رہے ہیں ہم نے کہا کہ کراچی کے مزدور نام نہاد ٹریڈ یونینوں سے دل برداشتہ ہو کر ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمارا عظیم تر آدرش ہی مزدور طبقہ کیلئے جدوجہد کرنا ہے۔

لیکن حکام اس سے مطمئن نہیں ہو سکے اور دوسرے طریقوں سے عصبیت پھیلانی شروع کر دی کہ ہم پٹھانوں کے مخالف ہیں، شرپسند ہیں، لیکن مزدور اتحاد کو نقصان پہونچانے کی تمام کوششیں بیکار رہیں۔

پھر ۱۰ مئی کو کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کا دو سالہ کونسل سیشن منعقد ہوا جس میں ہمارے رہنما جناب طفیل عباس نے اعلان کیا کہ ہم نہ صرف کراچی کے مزدوروں کو بلکہ پورے ملک کی مزدور برادری کو منظم کریں گے ہمارے رہنما کے اس اعلان سے سرمایہ دار اور ان کے معاون و مددگار اور زیادہ بوکھلا گئے انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں اور یہی وجوہات ہیں جن کے سبب انہوں نے آخر کار مجھے ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کیا تاکہ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے کام میں رکاوٹ ڈالی جائے۔

جس روز میری گرفتاری کا واقعہ پیش آیا میں حسب معمول صبح لیبر ڈیپارٹمنٹ پہونچا تو سی۔ آئی۔ ڈی کے آدمی نے آکر بتایا کہ آپ کو ایس۔ ڈی۔ ایم باہر بلا رہے ہیں میں وہاں گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ بدستور گڑبڑ کرا رہے ہیں میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں کرا رہا ہوں انہوں نے کہا کہ تم نے ہارون مل میں ہڑتال کرا دی میں نے کہا کہ وہاں تو اتفاقیہ ہڑتال ہو گئی اور میں وہاں کا عہدیدار بھی نہیں ہوں حکام خود ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ ہڑتال ناگزیر ہو جاتی ہے حکومت کے لوگ خود ہڑتال کراتے ہیں تاکہ ہم منتشر ہو جائیں میں نے ایس۔ ڈی۔ ایم کو مثال دیتے ہوئے بتایا کہ اقبال سلک مزدور یونین جو کہ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی سے ملحق ہے انتظامیہ سے دو سالہ معاہدہ ختم ہوا تو جب دوبارہ مطالبات کا نوٹس پیش کرنے پہونچے تو پتہ چلا کہ انہوں نے اقبال سلک ملز میں کوئی کاغذی یونین تلاش کر لی ہے جس کا اس سے پہلے کوئی وجود نہیں تھا

حالانکہ اصولی طور پر سے وہ اگر کوئی پاکٹ یونین بنی تھی تو اس کی اطلاع ہمیں دینی چاہئے تھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کے لوگ خود ہڑتال کراتے ہیں دوسرے جب گفتگو ہی میں فون کی گھنٹی بجی اور پتہ چلا کہ ڈپٹی کمشنر کا فون ہے ایس۔ ڈی۔ ایم نے مجھ سے کہا کہ آپ باہر تشریف رکھیں میں ابھی دوبارہ ملتا ہوں جب میں دوبارہ گیا تو پتہ چلا کہ ڈپٹی کمشنر نے ان سے کہا ہے کہ میں اشرف حسین رضوی کا ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت وارنٹ نکال رہا ہوں اشرف صاحب جب گرفتاری کی روداد بیان کر چکے اس کے بعد فوری طور پر جو سوال میرے ذہن میں ابھرا وہ یہ تھا کہ ڈیفنس آف پاکستان رولز کا اطلاق عام طور پر ملک کے محب وطن باشعور طالبعلموں، مزدور کارکنوں اور سیاستدانوں پر کیوں ہوتا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ ڈیفنس آف پاکستان رولز کا نفاذ ستمبر کی جنگ کے دوران تھا تاکہ ملک دشمن عناصر کی سرکوبی ہو سکے۔ لیکن عام طور پر اس کا اطلاق صرف لوگوں پر ہوتا ہے جو کہ ملک کے عوامی مسائل کو حل کرنے کی سعی کرتے ہیں نے ڈیفنس آف پاکستان رولز کے بے جا استعمال کی شدید مذمت کی اور کہا کہ عدالت میں مقدمہ چلنے کے بعد ہی کسی کو سزا دینی چاہئے ورنہ بصورت دیگر ایسے قوانین انتقامی کارروائیوں کا ذریعہ بن جاتے ہیں انہوں نے بتایا میرے علاقے میں ایک ایسا شخص بھی معتوب ڈیفنس آف پاکستان رولز ہے جس کی خ صرف اتنی ہے کہ اس کی بیوی کے بااثر میکے والے اس سے ناخوش ہیں۔

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ جیل میں دو قسم کے قیدی ہوتے ہیں ایک تو وہ جو کہ نامور غنڈے ہوتے ہیں جو جیل میں بھی دندنا پھرتے ہیں جیسے وہاں ان کی ہی حکومت قائم ہے دوسرے بیچارے غریب لوگ جن کو بہت تنگ کیا جاتا ہے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں اور بامشقت کام لیا جاتا ہے ان کے عزیز و اقربا اگر ان کو کچھ بھجواتے تو وہ بھی ان تک نہیں پہونچتا۔ انہوں نے بتایا کہ جیل میں بہت کم کھانا ہے جو کہ نہ کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ قیدیوں کی صحت کا کوئی خیال نہیں جاتا اور جیل کے ڈاکٹر عموماً غیر حاضر رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ یہ تمام بیما ان لوگوں کو بھی جھیلنی پڑتی ہے جو کہ (UNDER TRIAL) وہاں تفتیش رکھے جاتے ہیں اور بعد میں جرم ثابت نہ ہونے کی بنیاد پر بری ہو جاتے ہیں

ایک اور سوال کے جواب میں بتایا کہ محنت کش برادری کی طرح کے مسائل سے دوچار ہے ان کے شب و روز فاقہ کشیوں میں بسر ہو رہے اور انہیں کچھ بھی مراعات حاصل نہیں اور نہ ہی ان کی ملازمت کا کوئی تحفظ حاصل ہے اور وہ مراعات جو کہ از روئے قانون ان کو حاصل ہے وہ وہ بمشکل لڑ کر ہی حاصل کر سکتے ہیں اور چھٹیاں بھی فیکٹری ایکٹ کے نہیں دیتے بلکہ مل مالک کی مرضی چلتی ہے اور پولیس کی بھی کوئی سہولت نہیں صرف لڑ کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ ملازمت کا کوئی تحفظ

جب چاہے کسی کو جھوٹے الزامات لگا کر اپنے ہی کسی افسر کے ذریعے انکوائری کرا کے برطرف کیا جا سکتا ہے جس کی کوئی اپیل نہیں ہو سکتی ۔

اس کے علاوہ (سوشل سیکیورٹی) کے تحت تھوڑی سی بہت مراعات علاج معالجہ کے لئے حاصل ہیں اور جو اخراجات آتے ہیں اس میں نصف رقم مزدور کو دینی پڑتی ہے لیکن ان کے ڈاکٹر ناتجربہ کار ہیں اور ہمدردانہ رویہ نہیں برتتے ۔ کام کے دوران حادثہ ہو جانے کی صورت میں معاوضہ پہلے مل مالک دیا کرتے تھے لیکن اب یہی ادارہ دیتا ہے ۔

لیکن اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان حالات میں ٹریڈ یونین تحریک (اکنامک ازم کا شکار ہو کر رہ گئی ہے ۔ طبقاتی شعور کی کمی کی بنا پر لوگ مزدور تحریک کو صرف پیسہ بڑھانے والی تحریک سمجھتے ہیں اور نام نہاد ٹریڈ یونینسٹ لوگوں کو بے وقوف بناتے اور اپنے حلوے مانڈے کے چکر میں پڑے رہتے ہیں اور ایسے حالات پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ اگر ایماندار افراد آگے بڑھیں تو ان کی دال گل سکتی ہو ۔

لیکن ان تمام نامساعد حالات کے باوجود کراچی مزدور مرکزی کمیٹی پورے اتفاق عزم حوصلہ اور خلوص کے ساتھ ٹریڈ یونین موومنٹ کو اس کا صحیح مقام دلانے کی سعی کر رہی ہے ۔ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی طبقاتی شعور کی تربیت کرتی ہے جبکہ دوسری فیڈریشن اور نام نہاد مزدور تنظیمیں اپنے کو طبقاتی تنظیم کہلانے کے باوجود اس امر کی سعی کرتی ہیں کہ طبقاتی شعور بیدار نہ ہو ۔ دوسری تنظیمیں محض معاشی مسائل پر جدوجہد کے لئے زور دیتی ہیں جبکہ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی معاشی مسائل پر جدوجہد کرنے کے علاوہ مزدور برادری کو ان اسباب و علل پر غور و فکر کی دعوت بھی دیتی ہے جن کے سبب یہ مسائل پیدا ہوتے ہیں ۔ اور ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کی جدوجہد بھی کر رہی ہے جہاں یہ مسائل نہ ہوں ۔

اور ہمارے مقاصد کی نشاندہی کرتے اور ساتھیوں کو دعوت غور و فکر اور دعوت عمل دینے میں کراچی مزدور مرکزی کمیٹی اور منشور کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا غیر مناسب ہو گا ۔

اور یہی وجہ ہے کہ وہ تمام قوتیں جو کہ ملک دشمن اور سماج دشمن ہیں وہ بہت خائف ہیں کہ منشور مزدور برادری کو طبقاتی شعور سے مسلح کر رہی ہے اور منشور دشمنی کی مہم میں سب سے اہم کردار رسوائے زمانہ تنظیم جماعت اسلامی کے صالحین ادا کر رہے ہیں اشرف صاحب نے جماعت اسلامی کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ میں نے جماعت اور ان کے صالحین کو بڑے قریب سے دیکھا ہے ۔

انہوں نے بتایا کہ پہلے پہل جماعت کے ظاہری دکھاوے سے میں یہ سمجھتا تھا کہ ایک مذہبی تنظیم ہے لیکن بعد میں صالحین جماعت کے کرتوتوں کا مجھے علم ہوا اور میں نے ذاتی مشاہدہ کیا ۔ جماعت میں دو قسم کے افراد ہیں ایک وہ جو کہ ظاہر سے دکھاوے دیکھ کر مخلصانہ جذبہ کے ساتھ جماعت کے قریب جاتے ہیں اور مذہبی فریضہ جانتے ہوئے کام کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے رہنما اور ان کے پروردہ آلہ کار شریف لوگوں کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں ۔ مسلم کمرشیل بنک میں ایک صاحب ملے جن کا تعلق جماعت سے تھا ذاتی طور پر وہ نہایت مخلص آدمی تھے لیکن الیکشن کے موقعہ پر ان کو انکی جماعت کے رہنماؤں نے ورغلایا اور حکم دیا کہ وہ یونین کے مخلص ایماندار اور باشعور کارکنوں کے خلاف کام کریں اور انہیں منتخب نہ ہونے دیں لہٰذا وہ غلط آدمیوں کے ساتھ مل کر کے بذات خود صدارت کے امیدوار بن گئے اور بہت بری طرح سے ہارے اور کافی دل برداشتہ ہوئے ۔

وہیں پر جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک اور صاحب ملاّ جہانگیر بھی تھے جن کو ہم لوگوں نے جوائنٹ سکریٹری منتخب کرا دیا تھا ۔ ایک مرتبہ وہ کہنے لگے آپ اپنا پتہ نوٹ کرا دیں ہم آپ کے پاس عید کارڈ روانہ کریں گے بعد میں پتہ چلا کہ جماعتی فتنہ پرداز ان تمام محب وطن باشعور اور ایماندار مزدور کارکنوں کے نام پتہ جمع کر کے لسٹ بناتے ہیں اور ان کی مخبری کرتے ہیں ۔

انہوں نے بتایا کہ ۶۴ء میں جماعت نے نیشنل لیبر فرنٹ کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کا ایک جلسہ ناظم آباد میں منعقد ہوا جس میں بمشکل پندرہ بیس افراد شریک ہوئے جن میں کسی کی بھی نمائندہ حیثیت نہیں تھی لیکن اس اجتماع کو نمائندہ اجتماع کا نام دیا گیا امین الحسینی صاحب نے صدارت کی مجھے بھی دعوت دی گئی تھی لہٰذا میں بھی شریک تھا ۔ بڑے زور شور کے ساتھ دھواں دھار تقریریں ہوئیں تقریریں کیا تھیں تکرار لفظی ہو رہی تھی ہر دو جملے کے بعد یہ مژدہ سنایا جاتا کہ ہم نے فلاں جگہ کمیونسٹوں کو نقصان پہونچایا اور فلاں جگہ یہ اشتراکی لوگ بدمعاشی کر رہے ہیں تمام مقررین نے جی بھر اپنا بغض نکالا اور لطف یہ کہ مزدوروں کے مسائل پر کچھ گفتگو نہیں ہوئی اور اس طرح بغض معاویہ کے سلسلے میں منعقدہ اجتماع اختتام پذیر ہوا اس جلسہ میں شریک ہو کر میں بہت سارے کمیونسٹ ٹریڈ یونین کارکنوں سے متعارف ہوا وہ تمام افراد جنہیں میں محب وطن مخلص باشعور اور جیالے ٹریڈ یونین کارکن سمجھتا تھا اور دہریہ گنوائے گئے اور تمام مفاد پرست ضمیر فروش پھوٹ ڈالنے والے افراد جنہوں نے مزدور تحریک کو نقصان پہونچانے میں کافی نام پیدا کیا ہے ان کے چہیتے ہر دل عزیز اور ساتھی قرار پائے ۔

لیکن اب انہوں نے اپنا انداز بدل لیا اور کھلم کھلا مزدور تحریک میں نہیں آتے بلکہ ڈھکے چھپے انداز میں کام کر رہے ہیں اور حکومت کی خاص الخاص منظور نظر پاکٹ تنظیم ویسٹ پاکستان فیڈریشن آف لیبر سے ملحق ہیں ۔

منشور سب کا ہے
خود پڑھئے اور دوسروں
کو پڑھوائیے

وقت کا تقاضا

ضیاء الآفاق ضیا عباسی

فکر درسِ آزادی صبح و شام دیتی ہے
شدتِ غمِ دوراں اذنِ عام دیتی ہے
زندگی کی ہر دھڑکن اک پیام دیتی ہے
وقت کا تقاضا ہے نظمِ گلستاں بدلے

رہبروں کی شکلوں میں چور اور لٹیرے ہیں
ظلم ہے جہالت ہے جور ہے اندھیرے ہیں
بھوک اور تباہی کے آس پاس ڈیرے ہیں
وقت کا تقاضا ہے نظمِ گلستاں بدلے

ہر نظر پریشاں ہے ہر نظر گریزاں ہے !—
آج خود ترے گھر میں ترا خون ارزاں ہے
حیف ان لیڈروں سے تو بھی آج لرزاں ہے
وقت کا تقاضا ہے نظمِ گلستاں بدلے

فکر لیڈروں کو اب کرسیوں کی رہتی ہے
مال و زر کی گنگا بھی ساتھ ساتھ بہتی ہے
چشمِ مصلحت ان کو بھی عظیم کہتی ہے
وقت کا تقاضا ہے نظمِ گلستاں بدلے

وہ ستم کریں اور پھر درد مند کہلائیں
ہم تو جب زباں کھولیں شر پسند کہلائیں
اور وطن کے شیدائی صرف چند کہلائیں
وقت کا تقاضا ہے نظمِ گلستاں بدلے
یوں غلام بن جانا کیا غضب نہیں پیارے
اس طرح سے جینے کا کوئی ڈھب نہیں پیارے
اٹھ کے خواب غفلت کا وقت اب نہیں پیارے
وقت کا تقاضا ہے نظمِ گلستاں بدلے

اختر بانو ضیا

تم یہ کہتے ہو گئی رات ہوئی صبحِ اُمید
تم یہ کہتے ہو کہ جمہور کا سورج نکلا

تم یہ کہتے ہو کہ معمور ہے نغموں سے حیات
تم یہ کہتے ہو کہ تقدیر نے کروٹ بدلی

تم یہ کہتے ہو کہ سرسبز ہے کشتِ دہقاں
تم یہ کہتے ہو کہ سائے ہیں سنہرے اسائے

تم یہ کہتے ہو تو پھر ہم بھی یہی کہتے ہیں
صبحِ اُمید ہے مانا کہ نہیں کوئی اُمنگ

ہم بھی کہتے ہیں کہ جمہور کا سورج نکلا
ضو فشاں ہوگا کبھی، آج اگر گہن میں ہے

ہم بھی کہتے ہیں کہ نغموں سے ہے معمور حیات
نغمۂ شوق نہیں، سوز و رجز تو ہوگا

ہم بھی کہتے ہیں کہ سرسبز ہے کشتِ دہقاں
اور دہقان اگر آج بھی بھوکا ہے تو کیا

ہم بھی کہتے ہیں کہ سائے ہیں سنہرے سائے
آپ کے سائے ہیں کیسے نہ سنہرے ہونگے

سوویت یونین میں

شبیہہ عباس

سرمایہ داری کا "طاعون" تیزی سے پھیل رہا ہے

جب سے سوویت ترمیم پسند غدار حکمران ٹولے نے اقتدار پر غاصبانہ قبضہ جمایا ہے۔ اس وقت سے یہ ٹولا سوویت یونین میں ہمہ گیر طور پر سرمایہ داری بحال کر رہا ہے۔ نتیجے کے طور پر سرمایہ داری کا یہ "طاعون" سوویت معاشرے کے ہر پہلو پر غالب آتا جا رہا ہے۔ حال ہی میں سوویت ترمیم پسند سرمایہ داری کی بحالی کی راہ پر آگے بڑھتے ہوئے مزید تنزلی کی طرف چلے گئے ہیں۔ انہوں نے منافع اور روبل کی اولیت کے اصول کو آگے بڑھانے کی بھرپور جدوجہد کی ہے۔ مراعات یافتہ طبقے کے اراکین وسیع پیمانے پر غبن، رشوت اور چوریوں میں مصروف ہیں اور اس طرح انہوں نے سوویت محنت کشوں کے اکثریتی مظلوم عوام پر ظلم و تشدد اور استحصال کو تیز کیا ہے اور انھیں تباہی کے گہرے غار میں دھکیل دیا ہے۔

محنت کی آزاد مارکیٹ

ترمیم پسند حکمراں ٹولے کی طرف سے قومی معیشت میں ہمہ گیر پیمانے پر اور ہر میدان میں سرمایہ داری بحال کرنے کی کوششوں کے نتیجے میں سوویت یونین میں روزگار کی صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے اور زیادہ سے زیادہ محنت کش عوام بیروزگاری کی مایوس کن صورتحال سے دوچار ہیں۔

سوویت ترمیم پسند غدار حکمران ٹولے نے "نئے معاشی نظام" کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے تاکہ اس کا بھرپور اطلاق کیا جا سکے، سرمایہ دارانہ منافع کے اصول کو اس کی بنیاد کی حیثیت سے اور بیروزگار عوام کی ترمیم پسندوں کے رجعت پسند حکمران ٹولے سے نفرت کو کم کرنے کے لئے کچھ ہی عرصہ پہلے ماسکو میں ریاست کے تحت چلایا جانے والا ایک دفتر روزگار "محنت کے وسائل استعمال میں لانے کی انتظامیہ" کے نام سے قائم کیا۔ یہ محنت کی طاقت کو آزاد مارکیٹ میں لانے کے سلسلے میں ایک سرکاری اقدام تھا اور محنت کشوں پر حکمراں گروہ کے کنٹرول اور استحصال کو شدید کرنے کی جانب ایک اور قدم۔

سوویت ترمیم پسند پریس سرمایہ دارانہ معاشرے سے حاصل کی ہوئی اس گندگی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہا ہے اور یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ افراد جو "تربیتی کورس، شام کی ٹکنیکی کلاسیں، انسٹیٹیوٹس اور مڈل اسکول کی تعلیم مکمل کر چکے ہیں" اور بے روزگار ہیں۔ "محنت کے انتظامات کی ضلعی کونسل" یا بذات خود "انتظامیہ" میں" آسانی کے ساتھ ملازمت حاصل کر سکتے ہیں" اخبارات بھی یہ شیخی بگھارتے ہیں کہ "ماسکو کے ہر ضلع میں محنت کے انتظامات کے مراکز اور نمائندے موجود ہیں جو ملازمت کے خواہشمند افراد کی مدد کرتے ہیں" وہ کہتے ہیں کہ ایسی "روزگار کی تنظیمیں" اپنے پیروں پر مضبوطی سے کھڑی ہیں" اور "ان کے وسیع نتائج برآمد ہونگے"۔ یہ امر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سوویت غدار حکمران ٹولہ محنت کی طاقت کو تجارت کی راہ پر لانے اور "نئے نظام" کیلئے ضروری ایک آزاد محنت کی مارکٹ پیدا کرنے کی تنزلی کی راہ پر کتنی دور جا چکا ہے۔

سوویت یونین میں موجود بیروزگار محنت کشوں کی بڑی تعداد کو چھپانے کی کوشش میں، سوویت ترمیم پسند حکمراں ٹولے کے کچھ لوگ ڈھٹائی کے ساتھ یہ ڈینگ مارتے ہیں کہ "روزگار پر لگے ہوئے افراد کی تعداد میں اضافے سے یہ امکان معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے علاقوں میں بیروزگاری ختم ہو چکی ہے" لیکن ریاست کے تحت چلائے جانیوالے دفتر روزگار کا قائم ہونا سوویت ترمیم پسندوں کے اس جھوٹ کی پول کھولتا ہے۔

اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں میں منافع کے اصول کو ترقی دی جا رہی ہے

سوویت ترمیم پسند غدار حکمران ٹولے نے حال ہی میں اپنے منافع کے سرمایہ دارانہ اصول کو جسے قومی معیشت کی ہر شاخ تک پہنچا دیا گیا ہے، وسعت دینے کے متعلق بہت شور مچایا ہے۔ آزاد مقابلے کے اصول کے تحت اور طالبعلموں کو جنس تصور کرتے ہوئے کہ جنھیں خریدا اور بیچا جا سکے گا۔ اعلیٰ تعلیم کے

اسکولوں کو منافع بخش اداروں میں تبدیل کیا جارہاہے۔

کچھ عرصے پہلے سوویت ترمیم پسند لٹریچر "نایاگزیتا" (د ۶۸ء) نے ایک مضمون "روبل اور اعلیٰ تعلیم کے اسکول" کے عنوان سے شائع کیا۔ مضمون میں اس اصول کی وکالت کی گئی ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں کو چلانے کے سلسلے میں روبل کی اولیت کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔ اس میں کہا گیاہے:

"روبل بنانے سے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔" تو اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں سے سوویت ترمیم پسندوں کی سرمایہ داری کی بحالی کے سلسلے میں مطلوبہ "نئی ضرورتوں" کی بہترین تکمیل ہوسکے گی۔

مضمون میں کہا گیاہے "بہت سے میدانوں میں مستقل بدلتی ہوئی صورتحال اور بڑھتے ہوئے پیچیدہ مطالبات کو جو کہ عملی زندگی نے اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں کے لئے پیدا کردئے ہیں، روبل صحیح طور پر حل کر سکتاہے" اور روبل "اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں کو زندگی کے مقابلے کے قابل بنا سکتے ہیں"

ان اسکولوں میں آزادانہ مقابلے اور منافع کو اولیت دینے کی حمایت کرتے ہوئے کہا گیاہے "اعلیٰ تعلیم کے اسکول، سائنسی اور تکنیکی ایجادات کو جاری رکھنے اور ترقی دینے کیلئے معاہدوں کی بنیاد پر کام کر سکتے ہیں۔ اس کام کی بنیاد پر کام کر سکتے ہیں۔ اس کام کی بنیاد پر جو انہوں نے مکمل کیاہے وہ اعلیٰ پیمانے کے معاشی انعامات وصول کر سکتے ہیں مزید یہ کہ وہ آنے والے کئی سالوں تک اس کام کے صلے میں جس میں انہوں نے حصہ لیا تھا منافع کے حصے وصول کر سکتے ہیں" مضمون میں کہا گیاہے "اگر روبل حقیقی طور پر اپنا کام شروع کردیتاہے تو اعلیٰ تعلیم کے اسکول بھی ڈیزائننگ، سائنسی تحقیقات اور تجرباتی معاہدوں کے کاموں کی بخوبی تعمیل کر سکیں گے" مضمون میں کہا گیاہے "اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں کو نئی تعمیرات، تکنیکی آلات، سائنسی تحقیقات، رہائش کی بہتر سہولتیں، چھٹیاں اور تعلیمی کام کو جاری رکھنے کیلئے ایک کثیر رقم فراہم کی جائے گی" "اس کے علاوہ یہ مالیاتی وسائل ریاست کے بجٹ سے حاصل نہیں کئے جائیں گے بلکہ منافع کا ایک حصہ اعلیٰ تعلیم کے اسکولوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے نکالا جائے گا جو ایسے فنڈز کے طور پر استعمال میں لایا جائے گا۔"

مضمون میں خیال ظاہر کیا گیاہے کہ یونیورسٹی کے طالب علموں کو بھی جنس کی طرح خریدا اور بیچا جاسکے گا۔ تجویز میں کہا گیاہے کہ گریجویٹوں کو آزمائشی بنیادوں پر چھ ماہ کیلئے ملازم رکھا جائے گا۔ اگر گریجویٹ کو صنعتی اداروں اور تنظیموں کی طرف سے "اچھی طرح تیار پایا گیا تو اس کے عملے کی فہرست میں شامل کرلیا جائے گا اور متعلقہ صنعتی ادارہ کالج کو ایک ماہر فراہم کرنے کی رقم ادا کرے گا، جس کی اوسط لاگت چھ ہزار روبل بنتی ہے" "اگر گریجوٹ کام کیلئے غیر موزوں" سمجھا جاتاہے تو وہ اپنے کالج کو واپس چلا جائیگا

سرکاری حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تنخواہ کے رجسٹروں پر جعلی اندراجات کرنا

سوویت ترمیم پسندوں کے مراعات یافتہ طبقے کے مٹھی بھر افراد میں سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا ایک عام بات ہے۔ ان کے بہت سے نئے طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محنت کش عوام کا استحصال کرنیکے سلسلہ میں وہ اپنی سرکاری حیثیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تنخواہ کے رجسٹر پر ایسے افراد کے نام لکھدیتے ہیں جن کا وجود بھی نہیں ہوتا تاکہ وہ ناجائز کمائی کرسکیں۔

کومسومولسکایا پراودا نے انکشاف کیاہے کہ کریونیکوڈونیٹسک کے پودوں کے تحفظ کے اسٹیشن کے سربراہ نے اس قسم کے بہت سے نام اپنی مختلف پیداواری ٹیموں کے تنخواہ کے رجسٹروں پر درج کئے اور ٹیم کے اراکین کو ہدایت کی کہ وہ غیر موجود افراد کے ماہانہ پیداواری ضابطوں کی تکمیل کریں۔ مالیوانی پیداواری ٹیم کے تنخواہ کے رجسٹر کے ۲۹ ناموں میں سے ۱۵ جعلی تھے۔ دو "اجتماعی ٹیمیں" جو کہ کوستائیکیف پروڈکشن ٹیم کے تحت بنائی گئی تھیں پوری کی پوری کی پوری جھوٹے ناموں سے تشکیل دی گئی تھیں۔

پیداواری ٹیم کے اراکین کو اپنے کام کے بعد ان جعلی افراد کے کوٹے کا کام بھی پورا کرنا پڑتا۔ جبکہ وہ کثیر رقم جو کہ اس کے عوض میں ادا کی جاتی پودوں کے تحفظ کے اسٹیشن کے سربراہ کی جیب میں چلی جاتی۔

سوویت ترمیم پسند اخبار ازویستا کے مطابق، گیرا سائیکن، یوکرائنی سوشل ایڈورٹائزمنٹ کمپنی کے پینٹنگ کے شعبے کا ڈائرکٹر، تنخواہ کے رجسٹر پر جعلی اندراج کرنے میں ماہر ہے۔ گیرا سائیکن نے بھٹی پر کام کرنے والی ایک عورت کا نام پینٹروں کی فہرست میں درج کردیا۔ ہر تنخواہ کے دن گیرا سائیکن اس کے نام پر دستخط کرتا اور رقم اپنی جیب میں ڈال لیتا۔

گیرا سائیکن نام کے دستخطوں کی اپنی اس تجارت کیلئے اپنے دوستوں کو بھی تلاش کرتا رہتا تھا۔ مثال کے طور پر اس نے مڈل اسکول کے ایک ایڈمنسٹریٹیو ڈائرکٹر سے رابطہ قائم کیا جو "کچھ زیادہ آمدنی کی خواہش رکھتا تھا" جس وقت سودا طے ہورہا تھا تو فریقین میں مندرجہ ذیل مکالموں کا تبادلہ ہوا۔

گیرا سائیکن نے کہا "ہم ایک پینٹر چاہتے ہیں۔ .. عارضی کام ہے — اور میں نے تمہارے متعلق سوچاہے۔"

امیزڈ، ایڈمنسٹریٹو ڈائرکٹر نے کہا، "میں کس قسم کا پینٹر ہوں، میں نے تو کبھی پینٹنگ کا برش بھی نہیں پکڑا۔"

"تمہیں پینٹنگ کا برش پکڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"تب مجھے کیا کرنا ہوگا۔؟"

"رسیدوں پر دستخط"

"بہت اچھا، تم مجھے کتنی رقم ادا کرو گے؟"

"دس روبل"

"حقیقتاً، یہ میرے دستخطوں کی بہت کم قیمت ہے۔"

اس وقت گیراسائیکن ناراض ہو چلا تھا، لیکن اس نے اپنے آپ کو روکتے ہوئے پوچھا "پندرہ روبل کیسے رہیں گے؟"

ایڈمنسٹریٹو ڈائرکٹر نے آخر میں رضامندی ظاہر کی "اچھا میں سمجھتا ہوں یہ صحیح ہے۔"

اس طرح انہوں نے آپس میں سودا طے کیا اور ایڈمنسٹریٹو ڈائرکٹر اپنے دستخطوں کی ایک "زندہ مشین" بن گیا جو گیراسائیکن کیلئے تنخواہ کے رجسٹر پر دستخط کیا کرتا۔

معاوضے کے طور پر وہ پندرہ روبل ہر پندرہ دنوں میں حاصل کرتا جبکہ گیراسائیکن ۱۴۰ سے ۱۷۰ روبل تک زائد رقم ہر ماہ اپنی جیب میں ڈال لیتا جس میں ۳۰ روبل ماہانہ وہ دستخطوں کے معاوضے کے طور پر ہر ماہ ادا کرتا۔

* * *

ان شرمناک طریقوں کی جو برزنیف - کوسیگن غدار حکمراں ٹولے کی طرف سے سرمایہ داری کی بحالی کیلئے اختیار کئے جا رہے ہیں، سوویت عوام کی طرف سے شدید مذمت ہو رہی ہے اور کچھ تو کھلم کھلا بھرپور مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں، سوویت ترمیم پسند غدار حکمراں ٹولہ سرمایہ داری کی راہ پر جتنا نیچے پھسلتا جائے گا اتنا ہی زیادہ وہ اپنے عبرتناک انجام کے قریب ہوتا جائے گا۔ اس ٹولے کا رجعت پسند اقتدار زیادہ عرصے باقی نہیں رہے گا۔

A-One
DYERS AND
DRY CLEANERS

جدید ڈرائی کلیننگ انڈسٹری میں ایک نیا اضافہ

اے - ون

ڈائیرز اینڈ ڈرائی کلینرز

ریشمی اور اونی ملبوسات کی ڈرائی کلیننگ کا بہترین انتظام

اہل ناظم آباد کو اب اپنے ملبوسات کی ڈرائی کلیننگ کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں
آپ کے قیمتی ملبوسات اب آپ ہی کے علاقے میں ڈرائی کلین کئے جاتے ہیں

پی آئی اے اسٹاف کیلئے ۲۵ فیصد کی خاص رعایت

اپنا شناختی کارڈ دکھا کر کپڑوں کی بکنگ کرائیے

اور

اس خصوصی رعایت سے فائدہ اٹھائیں

اے - ون

ڈائیرز اینڈ ڈرائی کلینرز
انارکلی مارکیٹ - پاپوش نگر
ناظم آباد — کراچی

With Compliments from

M s. Babar & Co. (Regd.)

Head Office :
11—McLeod Road,
LAHORE
Telephone 64126

Branch Office :
97—Iqbal Colony,
Martin Road, Karachi.
Telephone 472464

Bsanches : Peshawar, Rawalpindi, Sargodha, Lyallpur, Multan.

غزل

بڑھا ہے دستِ ستم آگ اچھالنے کے لئے
ہمارے خون سے گھروں کو اُجالنے کے لئے

چلو کہ وقت نے آخر ہمیں پُکارا ہے
پھر انقلاب کا پرچم سنبھالنے کے لئے

بڑھا ہے ہاتھوں پہ سر رکھ کے سرکشوں کا ہجوم
نئی حیات کا سورج نکالنے کے لئے

سنان و خنجر و شمشیر ڈھالنا ہوں گے
یہ آستین نہیں اب سانپ پالنے کیلئے

سروں پہ آج لٹکتی ہے ظلم کی تلوار
لہو کی دھار فضا میں اچھالنے کے لئے

کرو نہ غم کہ ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
لہو کا تیل چراغوں میں ڈالنے کے لئے

پُرانی فکر کے فولاد ذہن پگھلا دو
نئے نظام کے سانچوں میں ڈھالنے کے لئے

وہ ہاتھ کاٹ دو نقاش جو بڑھے ہیں ادھر
جنوں کے پاؤں میں زنجیر ڈالنے کے لئے

نقاش کاظمی

غزل

منتظر دیر سے ہے راہ گذر ہمسفرو

پھر نیا عزم نیا رختِ سفر ہمسفرو

کب تلک تلخیٔ حالات پر اپنا دامن

اپنے ہی خون سے کئے جاؤ گے تر ہمسفرو

جگمگائے گا یونہی کب تلک ایوانِ شہی

کب تک انسان رہے دستِ نگر ہمسفرو

تیرگی دیر تلک ساتھ نہیں دے سکتی

آگے مل جائے گی سرخیٔ سحر ہمسفرو

راہ اب صاف بھی، آسان بھی، ہموار بھی ہے

منزل اب سامنے آتی ہے نظر ہمسفرو

تبسم رضوی

خوابوں کا دیوتا

م۔ سلیم۔ انور

پھر وہی ہوا جس کی وہ متوقع تھی۔

لڑکے نے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "اُدہو۔ ! سنبھلئے،" اور وہ دور تک اس کے ساتھ تیرتی چلی گئی تھی۔ وہ گزشتہ ایک ماہ سے روزانہ کیفے "الاسکا" آ رہا تھا۔ تب ہی سے ہلدا اس میں دلچسپی لینے لگی تھی وہ چوڑے شانوں والا ایک لانبے قد کا نوجوان تھا جس کے چہرے پر بالوں کی ایک لٹ ہمیشہ جھولتی رہتی تھی۔ اس کی اُداس اداس آنکھوں سے غم کے گہرے سائے جھانکتے رہتے تھے، اور چہرے پر یاس اور معصومیت کے امتزاج سے ایک عجیب سی دلکشی چھائی رہتی تھی۔ ہلدا نے اُسے ہمیشہ تنہا دیکھا تھا جب لوگ گیلری میں بیٹھے ہوتے تو وہ اپنی میز پر تنہا نظر آتا اور جب اسکیٹنگ کیلئے آرکسٹرا مدہم سروں میں بجنے لگتا اور متعدد جوڑے اسکیٹنگ کیلئے فرش پر اتر جاتے تب بھی وہ تنہا ہی اسکیٹنگ کرتا۔ یوں ایکریشن ہال میں متعدد افراد تنہا اسکیٹنگ کرتے ہوتے لیکن اس کا انداز بڑا دل آویز اور مہذب ہوتا تھا۔ جس وقت وہ اسکیٹنگ کرتا ہوتا تو ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ چوبی فرش پر تیرتا چلا جا رہا ہے۔ سنگ مرمر کے مجسمے کی مانند۔ بغیر کسی سمت جھکاؤ لئے بغیر لڑکھڑائے۔

آج سر شام مری کی عطر بیز فضا میں سرد سرد ہوا مستی لئے پھرتی تھی۔ نیچے مال روڈ سے بہت نیچے سیب اور شہتوت کے درختوں پر شگوفے کھل رہے تھے، اور آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے تیرتے پھر رہے تھے۔ تب ہی زندگی مال پر پوری رعنائیاں لئے جلوہ فگن تھی ہلدا نے کیفے الاسکا، کی سیڑھیوں پر قدم رکھا۔ سنگ مرمر کی سیڑھیاں جن کے دونوں اطراف دیواروں پر رنگین تصاویر تھیں۔ جن میں حسین جوڑے اسکیٹنگ کر رہے تھے۔ مصوّر نے اپنے برش سے گویا جان ڈال دی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ ابھی زندہ انسانوں کی طرح تھرکنے لگیں گے۔ وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتی گیلری میں آ گئی۔ کھیل ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ آرکسٹرا پر کوئی اطالوی دھن بجائی جا رہی تھی لوگ میزوں کے گرد بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ وہ بھی دائیں جانب ایک کرسی پر جا بیٹھی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ! جس کے متعلق وہ طے کر کے آئی تھی کہ آج اس سے کسی نہ کسی طور پر مل بیٹھے گی۔ ہلدا نے مال روڈ پر نظریں دوڑائیں لوگ رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس رواں دواں تھے۔ انسانوں کا ایک قافلہ تھا جو ختم نہیں ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں فیشن پریڈ ہو رہی ہو۔ تب ہی اس نے دیکھا کہ وہ پوسٹ آفس کی عمارت کے قریب سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا کیفے کی سمت چلا آ رہا ہے۔ پھر جب وہ گیلری میں داخل ہوا تو ہلدا نے اُسے بغور دیکھا۔ وہ تھری پیس کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کے بال ترتیب سے سر پر جمے ہوئے تھے اور چہرے پر نکھار پہلے سے کچھ زیادہ آ گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہلدا کی پشت والی میز پر آ بیٹھا۔

جب پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا۔ لوگ واپس اپنی اپنی میزوں کے گرد جا بیٹھے تب لڑکے نے بیرے کو سینڈوچز اور چائے کا آرڈر دیا۔ اس عرصے میں اس نے ہلدا کی طرف دو بار دیکھا تھا۔ وہ بھی اس انداز سے جیسے اتفاقیہ نظر پڑ گئی ہو۔ اب اس کی میز پر سینڈوچز اور چائے آ گئی تھی اور وہ ان کے ساتھ انصاف کرنے میں مشغول تھا۔ جب دوسرے راؤنڈ کیلئے موسیقی بجنے لگی تو لوگ اسکیٹس باندھ کر فرش پر اتر گئے اور وہ لڑکا بھی۔ تب ہلدا بھی اپنے پیروں میں اسکیٹس باندھ کر آہستہ سے فرش پر اتر گئی، وہ فرش پر لڑکھڑاتی ہوئی چل رہی تھی جیسے اس سے اپنا بیلنس سنبھالا ہی نہیں جا رہا ہو۔ جب وہ اس کے قریب سے گزری تو اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرائے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ابھی ابھی لڑکھڑا کر گر جائے گی۔

اور پھر وہی ہوا جس کی اُسے توقع تھی، اس نے ایک دم کردے کر ہلدا کا ہاتھ تھام لیا اور کہا "اوہو سنبھلئے سنبھلئے"! اور وہ دور تک اسی کے ساتھ تیرتی چلی گئی تھی۔ لڑکے نے اس کے ہاتھ پھر نہیں چھوڑے۔

"آپ بڑی اچھی اسکیٹنگ کرتے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی

"جی! مگر آپ سے اچھی نہیں۔ لیکن آج آپ کو کیا ہوا تھا۔؟"

اوہ۔ ہلدا نے ہونٹ سکوڑے تو یہ پہلے ہی سے مجھے دیکھ رہا ہے۔

"دراصل کل شام گھر پر میرے پیر میں چوٹ آ گئی تھی۔" اس نے بڑی خوبصورتی سے بات بنائی۔

"تب تو آج آپ کو آرام کرنا چاہئے تھا۔"

"بس اس شوق کو کیا کہئے۔ میں تو آج زخمی ہو جاتی لیکن آپ نے سنبھال لیا۔" گفت گو کا سلسلہ پھر ختم ہو گیا۔ ہلدا نے محسوس کیا کہ وہ بات کرنے میں جھجھکتا ہے۔ وہ چند ثانیہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی۔ لڑکے کے چہرے پر اداسی گہری ہو گئی تھی۔ ان دونوں کے گرد رنگ برنگے کپڑے اور چاند جیسے چہرے تیرتے پھر رہے تھے۔ اسکیٹس کی گھرر گھرر آرکسٹرا میں مدغم ہو کر عجیب سا ماحول پیدا کر رہی تھی وہ ایک جوڑے کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک سیاہ فام جوڑا تھا۔ مرد نے براؤن رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اور عورت نے نارنجی رنگ کی ساڑی۔ وہ فربہ بدن کی پست قد عورت تھی اس کے چہرے پر سُرخ سرخ ہونٹ ایسے لگتے تھے جیسے تربوز میں شگاف دے کر اسی کی اندرونی سُرخی تھوڑی سی جگہ پر نمایاں کر دی گئی ہو۔

"کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟ ہلدا نے اسے مخاطب کیا۔

"کسے؟" وہ چونک پڑا۔ "اس جوڑے کو"

"جی نہیں میں سوچ رہا تھا عجیب جوڑا ہے مگر کس قدر خوش نصیب" راؤنڈ ختم ہو گیا۔ انہوں نے گیلری میں آ کر اسکیٹس اتارے اور ایک ہی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ ہلدا بہت کم عرصہ میں لیث کے قریب آ گئی۔ لیث سے ڈر کس بات کا وہ انتہائی شریف اور مہذب انسان تھا۔ ہلدا کی طرح فنون لطیفہ کا شائق اور مذہب کے معاملے میں وہ بہت ہی وسیع الخیال اب وہ دونوں پنڈی پوائنٹ، کنخان پارک اور دوسرے مقامات پر ملتے تبادلہ خیالات ہوتا اور اسی طرح ایک دوسرے کے قریب تر آتے جاتے۔ اب جیسے ہلدا کے چاروں طرف سپنے بکھرے ہوئے تھے، بڑے بڑے بخور دانوں میں خوشبو سلگ رہی تھی۔ یہ سب کچھ تو تھا مگر ہلدا نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے۔ کیا ہے کس شہر سے آیا ہے بس ایک دھاگہ تھا جس میں دونوں بندھے ہوئے تھے۔ اور وقت کو جیسے پر لگ گئے تھے۔ ان کے سامنے سنہری دھوپ پھیلتی اور بیار کے درخت ان پر سایہ کرتے، مگر ہلدا اب بھی لیث کے چہرے پر بکھری ہوئی اداسی دور نہ کر سکی۔ کئی بار ہلدا کے دل میں اس کا سبب معلوم کرنے کا خیال آیا۔ کئی بار اس نے اس خیال کو دل میں دبا دیا۔

اوہو۔ اتنی فکر کی کیا ضرورت ہے جب ہم دونوں ایک ہو جائیں گے تب یہ اداسی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ ہلدا سوچی

ایک روز جب یہ دونوں کشمیر پوائنٹ سے نیچے ایک چٹان پر بیٹھے تھے۔ ان کے اردگرد اونچے اونچے درخت تھے۔ زمین پر پھیلی ہوئی سنبل کی جھاڑیاں تھیں اور سامنے شفق پھیلی ہوئی تھی۔

تب ہلدا نے کہا: "لیث تمہارا اشتر کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"اشتر؟" "کس اشتر کی بات کر رہی ہو۔ کیا قدیم بابل کی دیوی اشتر کے متعلق۔؟"

"ہاں" ہلدا نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"میں سمجھا تم اس اشتر کی بات کر رہی ہو جو اس وقت فر کے درختوں میں گھری میرے پاس بیٹھی ہے"

ہلدا کا چہرہ کانوں تک سُرخ ہو گیا۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔

تب لیث بولا

"تم اس اشتر کی بات کر رہی ہو نا۔ جو حسن و تخلیق کی دیوی تھی جس سے ثمود عشق کرتا تھا۔ درخت اریدا کے نیچے بیٹھنے والا اور بھیڑوں کا ریوڑ چرانے والا ثمود۔۔۔۔ مگر ہلدا! میں تو اس ثمود سے بھی گرا ہوا انسان ہوں ایک کمتر انسان۔" (لیث کی آواز بھر آ گئی۔

اوہ لیث! ہلدا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ تمہیں کبھی کبھی کیا ہو جاتا ہے؟

"ہلدا! میں تمہیں اپنے بارے میں تاریکی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں تمہیں تاریکی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں تمہیں فریب نہیں دینا چاہتا ہاں! سُن لو۔ تم بھی سُن لو۔ میں ایک ایسی عورت کے بطن میں پرورش پایا ہوا ہوں، جس کے باپ کا علم خود میری ماں کو بھی نہیں۔ ہاں! لوگ مجھے حرامی کہتے ہیں اور میری ماں کو طوائف!!"

اوہ! ہلدا نے اپنا ہاتھ ایک دم کھینچ لیا۔ جیسے اُسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ اسے محسوس ہوا جیسے لیث کے چہرے پر بے شمار سیاہ داغ ابھرے ہوئے ہیں۔ سیاہ سیاہ دھبے پھر وہ تیزی سے اوپر کی جانب چل دی۔ مال روڈ کی طرف۔ جہاں سفیدے کی ایک لکیر سیاہ سڑک کو دو حصوں میں تقسیم کرتی تھی۔

آئندہ شمارہ

منشور کا آئندہ شمارہ فروری اور مارچ کا مشترکہ شمارہ ہوگا جس کی ضخامت بھی زیادہ ہوگی اور قیمت بھی ۵۰ پیسے ہوگی یہ قدم اس لئے اٹھایا جا رہا ہے کہ آئندہ منشور کو صحیح وقت پر شائع کیا جائے اور قارئین کو رسالہ دیر سے شائع ہونے کی بناء پر شکایت اور پریشانی نہ ہو۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرما لیں۔

(ادارہ)

خبر نامہ

سوشلزم ۔ اور معاشی جمہوریت کے حصول اور حق ہڑتال کی بحالی کے لئے بھرپور جدوجہد جاری رہے گی (کراچی مزدور مرکزی کمیٹی)

کراچی، ۱۵؍ دسمبر (نمائندہ منشور) کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کی مجلس عاملہ کا اجلاس کمیٹی کے صدر طفیل عباس کی صدارت میں منگھوپیر روڈ کے ٹریڈ یونین آفس میں منعقد ہوا۔ روایت کے مطابق متعلقہ ساتھیوں کی بھاری تعداد میں شرکت کے ساتھ ساتھ ملحقہ یونینوں کے بہت سے سرگرم کارکنوں نے بھی اجلاس کی کارروائی میں بطور مبصر حصہ لیا۔

اس اجلاس میں خاص طور پر ملک کی موجودہ صورتحال کا بغور جائزہ لیا گیا ۔ اور ایک مبسوط قرارداد کی شکل میں کمیٹی کی پالیسی کو منظور کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ مزدور طبقے کی قیادت میں، سامراج دشمن اجارہ داری و جاگیردار دشمن، عوام دوست افراد کے ساتھ سوشلزم اور معاشی جمہوریت کے حصول اور مزدوروں کے لئے حق ہڑتال کی بحالی اور موجودہ ناقص قوانین کی منسوخی اور مزدوروں کے مفاد کے مطابق قوانین کے نفاذ کے پروگرام پر اتحاد عمل کیا جائیگا اور عوام کو بیدار کرنیکے لئے ہر ممکن ذرائع استعمال کئے جائیں گے۔

اجلاس میں یہ بھی کہا گیا کہ موجودہ نظام حکومت چند افراد کی آمریت ہے اور عوام کو حکومت کے معاملات سے کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے، اور مارشل لاء کی کیفیت برقرار ہے ۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مزدور کمیٹی حق ہڑتال کی بحالی، انجمن سازی کی آزادی، تمام شہری آزادیوں کی بحالی، مزدور دشمن قوانین اور دفعات کی منسوخی، ملک سے جاگیردارانہ معیشت کے خاتمے بالغ رائے دہی اور عوام کی بالادستی کی تحریک موثر طور پر چلائے گی ۔ اور اس پروگرام کی عملاً حمایت کرنے والے افراد اور جماعتوں سے بھرپور تعاون کریگی

قرارداد کا متن درج ذیل ہے

قرارداد

کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس ملک کے اندر پچھلے دنوں ہونیوالے واقعات کو انتہائی اہمیت اور دور رس نتائج کا حامل سمجھتا ہے ۔ اس اجلاس کی رائے میں طلبہ کے مطالبات کے سلسلے میں حکومت نے جو طرز عمل اختیار کیا ہے وہ انتہائی غیر دانشمندانہ اور ملکی مفاد کے خلاف رہا ہے طالب علموں کے مطالبات درحقیقت اس ملک کے غریب اور مفلوک الحال عوام کے مطالبات ہیں چونکہ ملک کے اندر اور کوئی تنظیم ایسی نہیں ہے جو جرأت کے ساتھ، طلبہ، اساتذہ اور تعلیم کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرے ۔ اس لئے لازمی طور پر طلبہ کو اپنے مسائل حل کرنیکے لئے خود میدان میں آنا پڑا ہے ۔ یہ صورتحال قیام پاکستان سے ابتک رہی ہے ۔ اور ہر بار حکومت نے ان مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کرنیکے بجائے طلبہ کے احتجاج کو طاقت کے ذریعے دبانے کی کوشش کی ہے ۔ اور ہر بار ناکام رہی ہے ۔

اس بار پھر حکومت نے طلبہ کو گرفتار کرکے ان کے مطالبات کی جدوجہد کو ناکام بنانے کی کوشش کی ہے ۔ اور تجربے نے ایک بار پھر ان طریقوں کو ناکام ثابت کر دیا ہے ۔ حکومت نے طلبہ کے جن مطالبات کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے وہ ناکافی ہیں ۔ اس اجلاس کی رائے میں ۔ یونیورسٹی آرڈیننس کی تنسیخ ۔ فیسوں میں کمی، کم قیمت پر کتابوں کی فراہمی، مزید تعلیمی اور خاص طور پر تکنیکی تعلیمی اداروں کا قیام ایسے مطالبات ہیں جن کا فوری تسلیم کیا جانا ملکی اور قومی مفاد میں ہے ۔ یہ اجلاس اس رائے کا بھی حامل ہے کہ حکومت تعلیم کو ایک جنس تجارت تصور کرنا چھوڑ دے اور اسے ایک لازمی قومی ضرورت سمجھے ۔ اور اس بنیاد پر نئی تعلیمی پالیسی مرتب کرے ۔

طلبہ کے صحیح مسائل کا حل یہی ہے

پچھلے دنوں پیش آنے والے واقعات میں سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاریاں بھی ہیں ۔ اس اجلاس کی رائے میں حکومت کا یہ اقدام اس کے عوام سے خوفزدہ ہونے کی علامت ہے اور ملک کی سیاسی فضا کے لئے انتہائی ناقابل برداشت ہے ۔

اس اجلاس کی رائے میں ملک کے اندر ایسے حالات نہیں تھے جن کی بنا پر یہ

اقدام کیا جا سکتا ہے۔ یہ اجلاس جمہور کی آواز کو دبانے کی اس کوشش کو قابل مذمت قرار دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ تمام گرفتار شدہ سیاسی کارکنوں کو فوری اور غیر مشروط طور پر رہا کرے۔ ملک میں تحریر و تقریر، اجتماع اور اظہار رائے کی آزادیاں بحال کرے اس اجلاس کی رائے میں موجودہ صورتحال ملک میں نافذ دستور کا لازمی نتیجہ ہے۔ جس کے نتیجے میں عوام کو حکومت کے معاملات سے کاٹ کر رکھدیا گیا ہے۔ اور ہر سطح پر ووٹوں کی خرید و فروخت کا دستور نافذ ہے، یہ درحقیقت بغیر مارشل لا کے مارشل لا کی کیفیت کو برقرار رکھنا اور جمہوریت کے نام پر چند افراد پر مشتمل گروہ کی آمریت ہے۔ اس اجلاس کی رائے میں، بالغ حق رائے دہی اور ہر سطح پر عوام کے منتخب نمائندوں کی بالادستی فوری قومی ضرورت ہے۔

پچھلے دنوں ملک کے مختلف علاقوں میں پیش آنے والے تشدد کے واقعات کی بنیادی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ عوامی شعور اور احساسات کے اظہار پر پابندی اور ایسے مظاہروں کو طاقت کے ذریعے کچلنے کی کوشش کا لازمی نتیجہ ٹکراؤ ہوگا اور ہوا ہے۔ یہ اجلاس مغربی اور مشرقی پاکستان میں طالب علموں، مزدور اور سیاسی کارکنوں کے جلوسوں اور مظاہروں پر لاٹھی چارج، آنسو گیس کے استعمال اور فائرنگ کی شدید مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے، کہ متاثر ہونے والے تمام افراد کو ہرجانہ ادا کیا جائے اور ہلاک ہونیوالے کے وارثوں کو معاوضہ ادا کیا جائے۔ یہ اجلاس حتمی رائے کا حامل ہے کہ اس ملک کے مسائل درحقیقت مزدوروں اور کسانوں کے مسائل ہیں۔ اور ان مسائل کے حل کی بنیادی شرط مزدوروں کے حق ہڑتال کی بحالی۔ انجمن سازی کی آزادی، اور صنعتی تنازعات میں انتظامیہ اور خاص طور پر پولیس کی مداخلت کا خاتمہ کیا جائے۔ اس اجلاس کی رائے میں کسانوں کے مسئلے کا واحد حل زراعت میں جاگیردارانہ رشوت کا خاتمہ ہے۔ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس محب وطن افراد اور سیاسی جماعتوں سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ مزدوروں اور کسانوں کے بنیادی مسائل کو اپنے پروگرام کی بنیادیں بنائیں یہ اجلاس متفقہ طور پر اس بات کا اعلان کرتا ہے، کہ مزدور مرکزی کمیٹی حق ہڑتال کی بحالی۔ انجمن سازی کی آزادی، تمام شہری آزادیوں کی بحالی مزدور دشمن قوانین، اور دفعات کی منسوخی، ملک سے جاگیردارانہ معیشت کے خاتمے، بالغ حق رائے دہی اور عوام کی بالادستی کی تحریک مؤثر طور پر چلائے گی۔ اور اس پروگرام کی عملاً حمایت کرنے والے افراد اور جماعتوں سے بھرپور تعاون کرے گی۔

آخر میں یہ اجلاس اس مکمل یقین کا اظہار کرتا ہے۔ کہ کسی ایسی حکومت کا قیام جو عوام کے مسائل حل کر سکے، ممکن ہی نہیں جب تک ملک میں ایک ایسا متحدہ محاذ قائم نہ ہو جس کی قیادت مزدوروں کے ہاتھ میں ہو یہ قیادت کسانوں سے مضبوط اور فعال بنیادوں پر مربوط ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کمیٹی اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لائے گی۔ اور جلد ہی اس سلسلے میں عملی پروگرام عوام کے سامنے پیش کریگی۔

پی آئی اے کو سیاسی اکھاڑہ نہ بنایا جائے

مسٹر کرمانی کو ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے عہدیداروں کا جواب

ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے صدر جناب طفیل عباس، نائب صدر جناب محمد عالم، جنرل سکریٹری جناب الطاف حسین اور آرگنائزنگ سکریٹری جناب صغیر احمد نے حسب ذیل بیان پریس کیلئے جاری کیا ہے:۔

"ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے عہدیداروں کو پاکستان کے بعض مؤقر روزناموں میں مغربی پاکستان کے وزیر اطلاعات و مالیات کی ایک تقریر کا متن پڑھکر انتہائی تعجب ہوا ہے جس میں انہوں نے ایئر مارشل اصغر خان پر کیچڑ اچھال کر صرف اپنے ہی انداز فکر کو بے نقاب کیا ہے، انہوں نے ایئر مارشل کی مدت صدارت کے دوران پی آئی اے کی انتظامیہ اور یونین کے مابین تعلقات پر تضحیک آمیز، توہین آمیز، گمراہ کن اور بے بنیاد تبصرہ کیا ہے۔ ہمیں یہ علم نہیں کہ مسٹر کرمانی نے اپنی رائے کس طرح قائم کی ہے اور ان کی اطلاعات کا ذریعہ کیا ہے؟ وہ حقیقت جو پورے ملک کے علم میں ہے اسے مسٹر کرمانی کے ان غیر ذمہ دارانہ بیانات کے ذریعے مسخ نہیں کیا جا سکتا جو وہ خود اپنے سیاسی مقاصد کے لئے دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایئر مارشل اصغر خان کے پورے عہد صدارت میں ان کے ساتھ ہمارے تعلقات انتہائی دوستانہ رہے۔ انھوں نے ہمیشہ یونین کی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی اور یونین کو نہ صرف مقامی مسائل حل کرنے کے لئے بلکہ انتظامیہ اور مزدوروں کے تعلقات بہتر بنانے کیلئے بھی واحد وسیلہ تسلیم کر کے دوسری صنعتوں کے لئے مثال قائم کی۔

غالباً مسٹر کرمانی کو یہ نہیں معلوم کہ یہ ایئر مارشل اصغر خان ہی تھے جنھیں پی آئی اے سے رخصت کے وقت گرمجوشی کے ساتھ الوداع کہا گیا تھا۔ پی آئی اے کے مرکزی دفاتر اور بیرونی اسٹیشنوں پر الوداعی جلسے منعقد کئے گئے تھے، جن میں مرکز

اور شاخوں کے تمام عہدیداروں نے ان کی کارکردگی کو سراہا تھا۔ بلکہ، پی آئی اے اور ہماری یونین کے لئے ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر بوقت رخصت انھیں یونین کے مونوگرام کا طلائی ریپلیکا پیش کیا گیا تھا جس پر "انصاف، امن اور آزادی" کا نعرہ کندہ کیا ہوا ہے۔

ہم اس بات کو انتہائی شرمناک سمجھتے ہیں کہ صوبائی وزیر کے عہدے پر فائز کوئی شخص اپنے ادنیٰ مقاصد حاصل کرنیکے لئے اس قدر نیچے گر رہا ہے مسٹر کرمانی کو پی آئی اے کے ملازمین کی یونین کا صحیح نام تک معلوم نہیں! انہوں نے اسے "پی آئی اے ایمپلائز یونین" کہا ہے جبکہ صحیح نام "ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ" ہے۔

مزید یہ کہ ایئرویز ایمپلائز یونین کے صدر جناب طفیل عباس ہیں اور جناب محمد عالم نائب صدر ہیں۔ پاکستان کے عوام یہ بات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ شخص جو کسی تنظیم اور اس کے عہدیداروں کے صحیح نام تک نہ جانتا ہو وہ اس تنظیم کی پالیسیوں، کارکردگی اور انتظامیہ کے ساتھ اس کے تعلقات پر آخر کس طرح رائے قائم کر سکتا ہے — ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مسٹر کرمانی نے یہ بات کس ضمن میں کہی ہے کہ ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے نائب صدر جناب محمد عالم کو لاہور آنے کی دعوت دی ہے۔ ہم بہرحال یہ بات تمام لوگوں کی اطلاع کیلئے واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگ نہیں ہیں جو مفاد پرست سیاستدانوں کے آلۂ کار بنائے جا سکیں، ہم ملکی مسائل اور موجودہ سیاسی صورتحال کے بارے میں خود اپنا انداز فکر رکھتے ہیں ہماری سوچ کراچی مزدور مرکزی کمیٹی، جس سے ایئرویز ایمپلائز یونین بھی ملحق ہے، کی منظور کردہ ایک قرارداد کی شکل میں پہلے ہی شائع کی جا چکی ہے۔ ہم کمیٹی کے پیش کردہ نقطۂ نظر کی مکمل طور پر توثیق کرتے ہیں اور اس کی تکمیل کیلئے دل و جان سے کام کرنے کا عزم رکھتے ہیں، پاکستان کے محنت کش اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح واقف ہیں اور جیسا کہ مسٹر کرمانی نے اپنی تقریر میں کہا ہے وہ ملک میں پیش آنیوالے حالات کے سلسلے میں خود کو خاموش تماشائی نہیں سمجھتے۔

ہم یہ بات انتہائی شدت کے ساتھ بتا دینا چاہتے ہیں کہ پی آئی اے ایک قومی ایئرلائن ہے اور اپنی حیثیت میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے، مسٹر کرمانی یا کسی اور سیاستدان کے لئے یہ بات قطعی غلط ہو گی کہ وہ پی آئی اے کو سیاسی اکھاڑے کے طور پر استعمال کرنیکے لئے ایئر مارشل اصغر خان کو اس سے نتھی کرے کیونکہ اس سے پی آئی اے کی کارکردگی متاثر ہو گی۔

ایچ نظام دین اینڈ سنز ورکرز یونین رجسٹرڈ ہو گئی

کراچی ۲۰ر دسمبر (نمائندۂ منشور) رجسٹرار آف ٹریڈ یونینز نے ایچ نظام دین اینڈ سنز ورکرز یونین کو مغربی پاکستان ٹریڈ یونین آرڈیننس کے تحت رجسٹرڈ کر کے یونین کے نام رجسٹریشن سرٹیفکیٹ نمبر ۸۲۸ جاری کر دیا ہے۔ رجسٹریشن کے فوری بعد۔ مورخہ ۱۵ر دسمبر کو یونین کی مجلس عاملہ میں یونین کے جنرل سکریٹری، سلطان میواتی کے استعفٰے کے پیش نظر، ابوبکر صاحب کو یونین کا جنرل سکریٹری منتخب کر لیا گیا ہے۔

پی آئی اے اسٹاف کی تنخواہوں میں مزید اضافہ

یونین اور انتظامیہ کے اصولی اتحاد کی ایک اور فتح

کراچی ۱۹ر دسمبر، پیارے ساتھیو! آپ کو یاد ہو گا کہ ہماری تنخواہوں میں اضافہ یکم جولائی ۶۸ء سے کیا گیا تھا۔ اس وقت انجینئرز افسران کی تنخواہوں کا معاملہ بھی زیر غور تھا۔ اس وقت ہماری تنخواہوں میں اضافے کا اعلان ۳ر مئی ۶۸ء کو کیا گیا تھا۔ یونین نے انتظامیہ کے سامنے یہ موقف رکھا تھا اگر افسران کی تنخواہوں میں اضافہ ہماری تنخواہوں کی شرح سے زیادہ کیا گیا تو ہماری تنخواہوں میں دوبارہ اضافے پر انتظامیہ غور کرے گی۔ اس دوران انتظامیہ میں چند اہم تبدیلیاں کی گئیں مگر ہمیں خوشی ہے کہ موجودہ مینجنگ ڈائرکٹر نے یونین کے موقف کو سراہتے ہوئے افسران کی تنخواہوں میں اضافے کے وقت ہماری یونین کے نمائندوں کو بلا کر اس بات کا یقین دلایا کہ پی آئی اے کی موجودہ مالی حالت کے پیش نظر، افسران کے ساتھ عام مزدور کی تنخواہ میں بھی اسی تناسب سے اضافہ کیا جائے گا۔ یہ امر باعث اطمینان و مسرت ہے کہ ہمارے اس اصولی موقف سے مینجنگ ڈائرکٹر نے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ اپنے وعدے کے مطابق اس پر عملدرآمد بھی کیا۔ پچھلی مرتبہ ۲۶ لاکھ روپے کی تقسیم کچھ اس طرح سے کی گئی کہ ہمارے ان ساتھیوں کو زیادہ سے زیادہ مالی فائدہ پہنچا جو چھوٹے پے گروپ میں کام کرتے ہیں، ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ بڑے پے گروپ میں کام کرنے والے ساتھیوں نے اپنے دوسرے محنت کش ساتھیوں کیلئے یونین کے موقف کو سراہتے ہوئے قبول کرتے ہوئے اس مالی تفاوت کو برداشت کیا۔ اس دفعہ تقریباً بتیس لاکھ روپے کی تقسیم تمام ساتھیوں میں برابر کی جا رہی ہے، یہاں آپ کو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مینجنگ ڈائرکٹر نے ہمیں اس بات کا یقین دلایا ہے کہ تنخواہوں کے موجودہ اضافے کے سلسلے میں ہمیں کسی معاہدے کا پابند نہیں کیا جائے گا۔ اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ پی آئی اے کی مالی حالت اور منافع کے مطابق آئندہ بھی ہمیں اپنے مطالبات پیش کرنیکی مکمل آزادی ہو گی، یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ افسران کی تنخواہوں میں پانچ سال کے بعد جو اضافہ کیا جا رہا ہے اس پر تیس لاکھ روپے کی رقم صرف ہو گی، جبکہ مزدور ساتھیوں کی تنخواہوں میں ایک سال کے دوران اس دوسرے اضافے کے ساتھ تقریباً چھیاسٹھ لاکھ روپے دیئے گئے، تنخواہوں میں موجودہ اضافے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اور ہم اطمینان کا سانس لیکر بیٹھ جائیں گے اس لئے نہ یہ ہماری جدوجہد کا آغاز ہے اور نہ ہی انتہا۔ ہم تمام ساتھیوں کو یقین

دلاتے ہیں کہ آئندہ بھی دوسرے مطالبات کے ساتھ ساتھ اپنے غیور اور دلیر ساتھیوں کی خوشحالی اور بہبود کے لئے کوشاں رہیں گے۔ اپنی صفوں میں اتحاد اور نظم ہر صورت قائم رکھیں اسی میں ہماری کامیابی اور کامرانی کا راز ہے۔

نئے مجوزہ پے اسکیل مندرجہ ذیل ہیں

ٹیکنیکل پے اسکیل

۱۔ گروپ I ۱۲۵ - ۵ - ۱۶۰ - ۶ - ۲۲۲ - ۷ - ۲۵۸
۲۔ ″ II ۲۳۰ - ۱۰ - ۲۵۰ - ای بی - ۱۵ - ۴۳۰ - ۲۰ - ۵۳۰
۳۔ ″ IV ۴۳۰ - ۲۵ - ۵۵۵ - ۳۰ - ۷۰۵ - ۳۵ - ۸۴۵
۴۔ V ۶۵۰ - ۳۰ - ۷۱۰ - ۳۵ - ۸۱۵ - ۴۰ - ۱۰۵۵

نان ٹیکنیکل پے اسکیل

۱۔ گروپ I ۱۱۳ - ۵ - ۱۷۳ - ۶ - ۲۳۳
۲۔ ″ II ۱۳۵/۱۸۰ - ۷ - ۲۲۹ - ۸ - ۲۷۷
۳۔ ″ (i) III ۲۱۰ - ۱۰ - ۲۷۰ - ۱۵ - ۳۹۰
۴۔ ″ (ii) III ۲۸۵ - ۱۵ - ۴۰۵ - ۲۰ - ۵۲۵
۵۔ ″ IV ۳۸۰ - ۲۵ - ۵۵۵ - ۳۰ - ۷۰۵ - ۳۵ - ۷۷۵
۶۔ ″ V ۵۸۰ - ۳۰ - ۷۰۰ - ۳۵ - ۸۰۵ - ۴۰ - ۹۲۵

تاج الدین سلک ملز ورکرز یونین کے تمام

عہدیدار کام پر بحال ہو گئے

کراچی، ۲۲ر نومبر (نمائندہ منشور) کم و بیش ساڑھے تین مہینے مالکان کی طرف سے زبردستی عائد کردہ بیروزگاری کا شکار رہنے کے بعد، تاج الدین سلک ملز ورکرز یونین کے عہدیداران - جوائنٹ سکریٹری محمد نعیم - پروپیگنڈہ سکریٹری اقبال احمد - ممبران مجلس عاملہ نواب بیگ، سلطان احمد، نذر محمد، ناصر کمال، ایک سرگرم کارکن ابوالقاسم ۵ر نومبر سے کام پر بحال ہو گئے ایک اور متاثر عہدیدار، ثناء اللہ خزانچی کراچی میں موجود نہ ہونے کی بنا پر کام پر بحال ہونے سے باقی رہ گئے۔

واضح ہو کہ ان نمائندوں کو ۱۷ر جون کے بعد مختلف الزامات لگا کر کام سے نکال دیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد بھی مختلف اقدامات کے ذریعے انھیں دفعہ ۱۰۷ - ۱۱۷ کے مقدمات میں ملوث کیا گیا۔ اور مزدوروں کے ساتھ باقاعدہ انتقامی کارروائیوں کا آغاز کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں بیرونی افراد کی مدد بھی لی گئی۔ یونین کی جانب سے اس سلسلے میں ایک صنعتی تنازعہ اٹھایا گیا تھا۔ اور دوسری ممکنہ قانونی کارروائیاں کی گئی تھیں۔

دریں اثنا یونین اور انتظامیہ ملز کے درمیان حالات کو بہتر بنانے کے لئے بات چیت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور بالآخر فریقین ۱۹ر نومبر کو اس بات پر متفق ہو گئے کہ تمام برطرف شدگان کام پر بحال ہو جائیں گے اور ان کی بیروزگاری کی مدت بلا تنخواہ چھٹی میں شمار کی جائے گی۔

علاوہ ازیں یونین کے صدر اور جنرل سکریٹری - زین الدین خان اور ابو بکر کی طرف سے اپنی مصروفیات کی بنا پر علیحدگی کے فیصلے کے پیش نظر ان کی جگہ نواب بیگ کو صدر اور ناصر کمال کو جنرل سکریٹری چنا گیا ہے اور ان کی جگہ شاہ محمد اور اکبر علی کو ممبر مجلس عاملہ منتخب کیا گیا۔

حاجی عبدالحمید اینڈ کمپنی ڈسٹری پریمیر تمباکو

میں یونین کا قیام

انتظامیہ کی طرف سے یونین کے نمائندوں کو پریشان کیا جا رہا ہے

کراچی، ۵ر جنوری، حاجی عبدالحمید اینڈ کمپنی ڈسٹری بیوٹر پریمیر ٹوبیکو کمپنی کے ملازمین نے یونین بنانے کا فیصلہ کیا، اور کاغذات مکمل کر کے ۱۸ر دسمبر ۶۸ء کو رجسٹرار ٹریڈ یونین کو رجسٹریشن کے سلسلے میں اور ساتھ ہی ایک کاپی مالکان کو روانہ کی۔

جیسے ہی مالکان کو یونین کی تشکیل کا علم ہوا، انہوں نے جوائنٹ سکریٹری گلزار صنم کو حاضری رجسٹر پر دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور انتقامی کارروائیاں شروع کر دیں ــ ہمیں ہمیشہ مہینے کے آخر دن تنخواہ ملتی تھی مگر دسمبر ۶۸ء کی تنخواہ ہنوز نہیں دی ہے، مورخہ ۲ر جنوری ۶۹ء کو مالکان نے یونین کے آفس بیرار اور ممبران مجلس عاملہ کو کام پر لینے سے انکار کر دیا۔

ہم قانون کے دائرے میں رہ کر عمل کر رہے ہیں۔ اور کراچی کے مزدور اور ٹریڈ یونینوں سے مدد کی اپیل کرتے ہیں، کہ وہ کمپنی کے اس ناجائز اور غیر قانونی اقدام کے خلاف ہمارا ساتھ دیں۔

انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بنک آف پاکستان میں

یونین کی تشکیل

کراچی، ر جنوری، انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بنک آف پاکستان کے ملازمین نے یونین کی تشکیل کی۔ جن کے عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو بکر صدیقی صدر خان محمد، نائب صدر، حیدر علی اختر، جنرل سکریٹری ایم اے بختیار، جوائنٹ سکریٹری، محبوب عالم، فنانس سکریٹری اور خالد فاطمی پروپیگنڈہ سکریٹری منتخب ہوئے۔

ایپلا ایمپلائیز یونین رجسٹرڈ ہو گئی

ایسٹرن فارماسٹیکل لیبارٹریز لمیٹڈ کے مزدوروں کا صنعتی تنازعہ

انتظامیہ کی طرف سے مزدور قوانین کی خلاف ورزیاں

اور ملازمین کے ساتھ یونین دشمن مزدور کُش اقدامات

کراچی ، ۲۰ر دسمبر (نمائندہ منشور) محکمۂ محنت میں - ایسٹرن فارماسٹیکل لیبارٹریز لمیٹڈ کے منتخب مزدور نمائندوں کے ہڑتال نوٹس مورخہ ۲ر نومبر پر مالکان اور مزدوروں کے درمیان مصالحتی بات چیت ناکام ہو گئی - اب یہ تنازعہ جس میں بونس وردیوں کی فراہمی ، چھٹیاں اور تنخواہوں میں اضافے کے مطالبات شامل ہیں ، صنعتی عدالت میں بھیجا جائے گا۔

مزدوروں کے مفاہمانہ رویّے کے باوجود انتظامیہ فیکٹری نے مزدوروں کے جائز اور منصفانہ مطالبات پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ اپنے کچھ زرخرید افراد کو آلہ کار بنا کر - ہڑتال نوٹس - اور یہاں کے ملازمین کی نمائندہ یونین ایسٹرن فارماسٹیکل ایمپلائز یونین کو انتشار کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ مالکان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ کچھ غیر اہم سہولتوں کے عوض انہوں نے مذکورہ آلہ کار افراد کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا ہے۔

دوسری طرف انتظامیہ کی جانب سے یونین کے عہدیداروں کے خلاف سخت انتقامی کارروائیاں کی جا رہی ہیں - یونین کے صدر افتخار احمد نائب صدر علی عباس کو ان کی ضعیف العمری کے باوجود لوڈنگ کے سخت کام پر حکماً بطور خاص لگا دیا گیا ہے - اور دوسرے عہدیداروں کو بھی ان کی جگہوں سے ہٹا کر غیر ضروری طور پر دوسرے کاموں پر متعین کیا جا رہا ہے - جنرل سکریٹری سمیت بہت سے عہدیداروں کو غلط الزامات پر مشتمل چارج شیٹیں اور وارننگ دی جا رہی ہے - یونین کی حامی خواتین کو فیکٹری کے دستور کو نظر انداز کرتے ہوئے تلاشی کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے - یونین کے جنرل سکریٹری نے ان حالات پر اپنے ایک خط میں انتظامیہ کو متوجہ کرتے ہوئے منتظمین کو متنبہ کیا ہے کہ یونین اور نمائندے صنعتی تنازعات کے آرڈیننس ۶۸ء اور دیگر قوانین کی خلاف ورزیوں کے سلسلے میں مناسب اقدامات عمل میں لانے کے مجاز رہیں گے - دریں اثنار رجسٹرار آف ٹریڈ یونینز کراچی نے ایسٹرن فارماسٹیکل لیبارٹریز ایمپلائز یونین کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ نمبر ۸۳ جاری کر دیا ہے - یونین کے جنرل سکریٹری نے یونین کے رجسٹریشن پر اظہار اطمینان کرتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد ایپلا کے مزدوروں کی آئینی جدوجہد میں مزید آسانی پیدا ہو گئی ہے۔

سی - ڈی - ایل ایمپلائز یونین کا قیام

راولپنڈی ، ۸ر اکتوبر (ڈاک سے) آج شام کے ساڑھے چار بجے ڈھوک شاہ امرال میں مولوی غلام یٰسین کی صدارت میں - سی - ڈی - ایل کے محکمہ کے ملازمین کا ایک جلسۂ عام ہوا - جس میں مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے ، محکمۂ مذکور کے مزدوروں کے حقوق کی حفاظت اور فوری نوعیت کے مسائل کو قانونی اور آئینی ذرائع سے حاصل کرنے کے لئے یہاں کے مزدوروں کی ایک ٹریڈ یونین تشکیل دی جائے۔ اور اسے قانون کے مطابق رجسٹرڈ کروایا جائے - یونین کے مندرجہ ذیل عہدیداران و ممبران مجلس عاملہ کے انتخابات کا نتیجہ درج ذیل ہے -

صدر - جاوید اختر ، نائب صدر ، نعیم خالد بٹ ، جنرل سکریٹری سیّد حسین شاہ ، جوائنٹ سکریٹری ، خلیل الرحمٰن قریشی ، جوائنٹ سکریٹری ، انائک مسیح آرگنائزنگ سکریٹری ، محمد حسین ، خزانچی قاضی محمد رشید ، آفس سکریٹری منظور الٰہی تصدق حسین شاہ ، نذیر حسین شاہ ، محمد بخش ، مصطفیٰ علی - لطیف اختر عباسی نواب خان - ممتاز احمد - محمد امین جمال - صفدر حسین - غلام یٰسین - سید حنیف شاہ - ممبران مجلس عاملہ -

جلسۂ عام میں جاوید اختر نے مزدور مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتلایا کہ تمام مسائل صرف اور صرف اتحاد اور تنظیم کی بدولت حاصل کروائے جا سکتے ہیں ۔ انہوں نے مزدوروں کو اپنا اتحاد مضبوط بنانے کی تلقین کی اور کہا کہ یونین آئینی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے قانونی حدود میں رہ کر اپنے حقوق کیلئے جدوجہد کرنے کے طریقۂ کار پر کاربند رہیگی

ایک ردِ عمل

گورنر مغربی پاکستان کے نام ——
—— و دیگر اعلیٰ حکام کے نام

ہم اگر حقیقت کو رقم طراز کرتے ہیں تو "سرمایہ دار" اور "حکومت" کے سامنے "زبان دراز" گردانے جاتے ہیں ۔ ! اور اگر خاموشی خاموشی ۔ ایک مسلسل چپ میں ہی اپنی بےبسی کا ماتم کرلیں ۔ تو اچھے شہری ۔ اور مہذب مزدور ۔ ! اگر چپ رہنے سے مسائل حل ہوتے ۔ تو بخدا ہم قیامت تک نہ بولتے ۔ پھر جس مسئلے پر ہم آج قلم اٹھا رہے ہیں وہ ہمارا نہیں بلکہ حکومت کا پیدا کردہ ہے ، جس کی تفصیل پیش خدمت ہے ۔ زہے نصیب ! جو آپ کی نظر سے گزرے ! ! !

آج ہم آپ کی توجہ آپ کے اس بیان یا اعلان کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں جو آپ نے مزدوروں کی فلاح و بہبود کیلئے آج سے کچھ عرصے قبل صادر فرمایا تھا ۔ اس کا "ردِ عمل" سرمایہ داروں ، صنعت کاروں نے کیا لیا ۔ اور اس کا اثر مزدوروں پر کیا پڑا ۔ یہ تو ایک قطعی حقیقت ہے ، کہ مزدوروں سے متعلق جو قوانین حکومت نے مرتب کئے اور جن پر عمل کیلئے فوری اعلان کا حکم دیا ، صنعتی مزدوروں کے لئے یقیناً خوش آئند تھا ۔ ! اور ہے ۔ ! !

مزدوروں کیلئے "مستقل سروس" "گریجویٹی" "بونس" "طبی سہولتیں" ایک ایسی مراعات ہیں جن سے مزدور یقیناً خوشحال رہ سکتا ہے ۔ مگر ۔ ! اس کا ردِ عمل ۔ اس کا اثر ؟ شاید حکومت ۔ یا لیبر آف انڈسٹریز دیگر حکام کے علم میں نہیں (مگر یہ ممکن نہیں کہ نہ ہو) یا شاید اعلان کے بعد مزید توجہ کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی ۔

پہلا ردِ عمل ۔ ! کہ کسی مل ، یا فیکٹری میں کسی نئے کاریگر (مزدور) کو تین ماہ سے زیادہ کام پر نہیں رکھا جاتا ۔ تین ماہ کی مدت سے پہلے چھ چار یا دس دن کیلئے بٹھا کر پھر کام پر لے لیا جاتا ہے ۔ اور مزدور ایک بار پھر نئے سرے سے ملکی پیداوار بڑھانے میں منہمک ہو جاتا ہے اور آنے والے تین ماہ سے قبل اسے پھر چھٹی دیدی جاتی ہے ۔ "حکومت کی جانب سے سماجی تحفظ کی اسکیم کے تحت ہم ہر ماہ ۲٪ تنخواہ کٹواتے ہیں ۔ بلکہ کٹتی ہے ۔ مگر علاج معالجے سے کچی سروس والے یکسر خارج ہوتے ہیں ۔ اس لئے کہ علاج کیلئے ۹۰ دن کام پر مکمل ہونا ضروری ہے ۹۰ دن مکمل ہونے کی صورت میں ہم علاج کے مستحق ہو سکتے ہیں مگر یہ ۹۰ دن ۔ اے لبائے آرزو کہ خاک شدہ ' مل مالکان ، صنعتکار ۹۰ دن مکمل ہونے دیتے ہیں اور نہ ہم علاج کے مستحق ہو سکتے ہیں ۔ ہوتا یہ ہے کہ تین ماہ تک رقم کٹوا کر ۔ ہم چند دن بیکار ہو جاتے ہیں اور کٹوائی ہوئی رقم ۔ یتیم خانے میں دیا چندہ تصور کر کے خاموش ہو جاتے ہیں ، عارضی (کچی سروس) والوں کو جن دیگر مراعات سے محروم رکھا جاتا ہے ، اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے ۔

۱ ۔ وہ بونس کے قطعی مستحق نہیں ہو سکتے ۔ ۲ ۔ تین ماہ سے پہلے سروس ختم ہونے کی صورت میں "گریجویٹی" کی حقیقت ہی فوت ہو جاتی ہے ۔ ۳ ۔ کوئی تہواری یا سالانہ رخصت اس لغت میں نہیں رہتی ۴ ۔ کوئی الاؤنس نہیں دیا جاتا ہے ۔ ۵ ۔ تین ماہ سے قبل جب چاہا نکال دیا (گویا قانون کو سر آسماں اچھال دیا) ۔ ۶ ۔ نکالنے سے قبل کوئی نوٹس یا نوٹس پے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ۔ ۷ ۔ باز پرس کرنے یا احتجاج کرنے پر دوبارہ کام پر نہیں لیا جاتا ہے خواہ اس سے پہلے رشوت میں چائے پان ہی کیوں نہ کھائی ہو (چھوٹے آفیسر) اگر حکومت مزدوروں کی فلاح و بہبود کیلئے اتنی ہی کوشاں ہے تو ہم اپیل کرتے ہیں کہ حکومت فوری طور پر اپنے حل سے اس پیدا شدہ غلط قانون غلط رویے اور "سرمایہ داروں کی اس من مانی" کا تدارک کرے تاکہ مزدوروں کی بڑھتی ہوئی پریشانی ختم ہو سکے ورنہ بصورت دیگر مزدوروں کو بخشی ہوئی مراعات واپس لے لیں اور ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ پہلے کی طرح سسک سسک کر مرتے رہیں ، یوں جل جل کر نہ مریں ۔ فقط

نیک تمناؤں کے ساتھ مزدوران مل منگھو پیر روڈ) (متعدد افراد کے دستخط)

پلاسٹیکو انڈسٹریز ایمپلائز یونین نے
مالکان کو ہڑتال نوٹس دے دیا

کراچی ، ۲۵ ر دسمبر (نمائندہ منشور) پلاسٹیکو انڈسٹریز ایمپلائز یونین کے جنرل سکریٹری نے یونین کے رجسٹریشن کے فوری بعد ۔ آٹھ برطرف عہدیداروں کی بحالی ۔ اور دوسرے مطالبات پر مشتمل ہڑتال نوٹس مالکان کے نام جاری کر دیا ۔ دریں اثنا مالکان نے مزدوروں اور یونین میں انتشار پھیلانے کیلئے سادہ کاغذوں پر مزدوروں کے دستخط لینے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے ، محکمۂ محنت کی بلائی ہوئی مشترکہ مصالحتی میٹنگ ۱۹ ر دسمبر کو مالکان کے نمائندے کے عدم تعاون کی بنا پر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا ، اس سلسلے کی آئندہ میٹنگ ۳۰ ر دسمبر کو مقرر ہوئی ہے ۔ پلاسٹیکو انڈسٹریز ایمپلائز یونین کے ایک جلسۂ عام مورخہ ۲۵ ر دسمبر کو مینجمنٹ کے اس رویے پر کہ کام سے غیر قانونی طور پر نکالے ہوئے عہدیداروں کو کام پر واپس نہ لیا جائے گا ، سخت غم و غصے کا اظہار کیا گیا ۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ نمائندوں سے کام پر واپس بھجوانے اور مزدوروں کے حقوق حاصل کرنے کیلئے ہر ممکن اقدامات عمل میں لائے جائیں گے اور جد و جہد برابر جاری رہے گی ۔ نوٹس میں اٹھائے ہوئے دوسرے مطالبات میں پچیس فیصد تنخواہوں میں اضافہ بونس اور با تنخواہ چھٹیوں کی سہولتوں کے مطالبات بھی شامل ہیں ۔

حکمِ حاکم مرگِ مفاجات

"فراڈ" کے زیادہ سے زیادہ کیس پکڑو، ورنہ !

حیدرآباد۔ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس حیدرآباد کے ڈسٹرکٹ منیجر نے چیکرز اور انسپکٹرز کو مندرجہ ذیل مضمون کی چارج شیٹیں دینی شروع کر دی ہیں (آپ سے مندرجہ ذیل حکم ڈیوٹی میں کوتاہی سرزد ہونا بیان کی گئی ہے)

"آپ کی یکم سے تیس تاریخ تک کی کارکردگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس عرصہ کے دوران صرف تین "فراڈ" کے کیس پکڑے جبکہ چیکنگ اسٹاف کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی "بیٹ" میں کنڈکٹر "فراڈ" کر رہے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی کی اور غفلت سے سرانجام دی۔

(ہاتھ سے تحریر کردہ مضمون)

آپ زیر دفعہ ۷ ذیلی ۲ (اے) ..... ٹرانسپورٹ ورکس آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے تحت بدعملی (MISCONDUCT) کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہٰذا چارج شیٹ ھذا کے وصول کرنے کے بعد تین یوم کے اندر اندر وجہ بیان کریں کہ آپ کے خلاف کیوں نہ ضابطہ کی کاروائی کی جاتے اپنے گواہان کے اسماء چارج شیٹ کے جواب میں تحریر کریں اور یہ بھی تحریر کریں کہ مندرجہ بالا بدعملی کے مرتکب ہونے کا آپ کو اقرار ہے یا انکار۔

اگر آپ نے وقت مقررہ کے اندر جواب نہ دیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ لگائے ہوئے الزام کا آپ کو اقرار ہے اور بغیر کسی مزید اطلاع کے یک طرفہ کاروائی عمل میں آئے گی۔ (چھپا ہوا مضمون)

مندرجہ بالا چارج شیٹوں سے تمام چیکرز اور انسپکٹرز میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے اور کنڈیکٹرز میں بھی بے انتہا ہراس پھیل گیا ہے۔ انتظامیہ کی یہ حرکت صرف اور صرف پرانے اسٹاف کو برطرف کرنے کی سازش ہے اور ڈسٹرکٹ منیجر پرانے اسٹاف کو نکال کر ایسے نئے لوگ بھرتی کرنا چاہتا ہے جو اس کی چمچاگیری میں طاق ہوں تاکہ وہ مزدوروں پر اپنی من مانی زیادتی کر سکے۔ اور وہ اپنی اس سازش میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی بے روزگاری سے ڈرتا ہے۔ یہی ڈر چیکرز اور انسپکٹرز کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ اپنی ملازمت کے تحفظ کے لئے جھوٹی رپورٹیں کریں اور بے گناہ کنڈیکٹرز کو برطرف کروائیں۔ ورنہ بصورت دیگر انھیں برطرفی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اس کھلی ہوئی مزدور دشمنی کی وجہ سے جی ٹی ایس میں حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی ہے۔ یہاں کے مزدوروں کا خیال ہے کہ ڈی ایم کو اگر ان مزدور دشمن حرکات سے جلد از جلد نہ روکا گیا تو جی ٹی ایس کا امن وامان برقرار رہنا ممکن نہیں۔

اسسٹنٹ ڈائرکٹر لیبر ویلفیئر حیدرآباد کے نام

میونسپل ایمپلائز یونین شہدادپور کے جنرل سکریٹری کا خط

شہدادپور، میونسپل ایمپلائز یونین شہدادپور کے جنرل سکریٹری شوکت علی رائے پوری نے جناب اسسٹنٹ ڈائرکٹر لیبر ویلفیئر حیدرآباد ریجن کو ایک خط لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے انتظامیہ کے مزدور کش رویّہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فوری مداخلت کی اپیل کی ہے اور کہا ہے کہ یونین کا قیام عمل میں آتے ہی یونین ہذا کے صدر مرید حسین شاہ کا ایک وارڈ سے دوسرے وارڈ میں تبادلہ کر دیا گیا ہے نہ صرف یہ بلکہ نائب صدر کوڑد کو سینٹری انسپکٹر عبداللہ نے مبہم الفاظ میں مارپیٹ کی دھمکی بھی دی ہے۔ اس طرح عام ملازمین میں خوف وہراس پیدا کیا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں شہری امن میں خلل پیدا ہونے کا احتمال ہے لہٰذا فوری طور پر مداخلت کی جائے۔

جنرل سکریٹری کے خط موصول ہوتے ہی اسسٹنٹ ڈائرکٹر صاحب نے چیئرمین میونسپل کمیٹی سے جواب طلب کر لیا ہے۔ یاد رہے کہ مورخہ یکم دسمبر ۶۸ء کو میونسپل ایمپلائز یونین شہدادپور کا قیام عمل میں آنے کے بعد پانچ منتخب نمائندوں کے ذریعے چیئرمین میونسپل کمیٹی کو تیرہ مطالبات پر مشتمل فہرست مطالبات پیش کی گئی تھی جس پر ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔

صنعتی ٹریبونل کراچی نے میسرز اقبال سلک ملز کی اپیل مسترد کر دی، چار مطالبات پر نمائندوں کو فیصلہ حاصل کرنے کی اجازت

ٹریبونل نے مزدور نمائندوں کی اپیل مسترد کر دی

کراچی، ۲۵ دسمبر (نمائندہ منشور) میسرز اقبال سلک ملز لمیٹڈ کی طرف سے صنعتی عدالت دوئم کراچی کی طرف سے مالکان کی درخواست زیر دفعہ اے (۱) ۱۰ کے خلاف دیئے گئے فیصلے پر کی جانے والی اپیل کو مسترد کر دیا ہے اور فیصلہ کیا کہ مزدور نمائندے اس تنازعے میں اٹھائے گئے چار مطالبات پر فیصلے کے لئے صنعتی عدالت میں کیس لڑ سکتے ہیں۔ ان چار مطالبات میں چھبیس برطرف شدگان کی کام پر بحالی، منیمم ویجز بورڈ ایوارڈ کے تحت تنخواہیں اور ۳ جون کی غیر قانونی تالہ بندی کی تنخواہ دیئے جانے کے مطالبات بھی شامل ہیں — دوسری طرف صنعتی عدالت اول دوئم کی طرف سے دفعہ (۲) ۳۰ کے تحت مزدور نمائندوں محمد فاروق، جنرل سکریٹری، احمد شاہ سابق صدر، محمود میاں سابق جوائنٹ سکریٹری اقبال سلک ملز ورکرز یونین کو برطرف کرنے جانے کی اجازت دیئے جانے کے

فیصلوں کے خلاف نمائندوں کی طرف سے دائر کردہ اپیلیں بھی ۲۴ر دسمبر کو عدالت نے مسترد کردیں اور ماتحت عدالتوں کا فیصلہ برقرار رکھا ۔

اقبال سلک ملز ورکرز یونین کے صدر منظور علی کے خلاف صنعتی عدالت کراچی میں مالکان کی طرف سے دائر کردہ مقدمہ (۲) ۳۷ پر کارروائی فریقین کی طرف سے دلائل داخل ہونے کے بعد ۲۶ر دسمبر کو مکمل ہوگئی ۔

محمد فاروق جنرل سکریٹری اقبال سلک ملز ورکرز یونین نے انتظامیہ ملز کی طرف سے مزدوروں کو خصوصاً یونین کے حامی مزدوروں پر ظلم وستم اور جھوٹے الزامات لگا کر اور مزدور قوانین کے ناقص حصوں کو اپنے مفاد میں استعمال کرکے ملازمتوں سے محروم کرنے کی کوششوں کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی اور کہا کہ انتظامیہ کے کچھ افسران کی ان کارگزاریوں سے مزدوروں میں سخت بے چینی پھیل رہی ہے ۔ اور حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں جس کی پوری ذمہ داری ملز مالکان پر عائد ہوتی ہے ۔ انہوں نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ اقبال سلک ملز کے منظم مزدور بہرحال اپنی جدوجہد ہر صورت میں جاری رکھیں گے ۔ جب تک ان کے حقوق انھیں حاصل نہیں ہوجاتے ۔

نظربندوں کی رہائی کا مطالبہ اور مزدور رہنما عمر حیات نیازی کی بیماری پر اظہار تشویش

کراچی ، ۲۶ر دسمبر (نمائندہ منشور) کراچی مزدور مرکزی کمیٹی نے سیاسی کارکنوں اور طالب علموں ، علماء اور مزدور کارکنوں کی گرفتاریوں اور پُرامن شہریوں پر پولیس کے ظلم و تشدد کی شدید مذمت کی ہے ، اور جیل میں نظربندوں سے کئے جانے والے سلوک کو بھی افسوسناک قرار دیا ۔

اس سلسلے میں کراچی مزدور مرکزی کمیٹی کے جنرل سکریٹری اشرف حسین رضوی نے آج یہاں ایک اخباری بیان میں کراچی جیل میں پچھلے سات ماہ سے نظر بند مزدور رہنما عمر حیات نیازی کی طویل بیماری پر تشویش کا اظہار کیا ہے ۔ جن کا جیل میں کئی پونڈ وزن کم ہوگیا ہے ۔ اور وہ بہت کمزور ہوگئے ہیں ۔ اس کے باوجود نہ تو ان کا صحیح علاج کیا جارہا ہے اور نہ ہی مناسب غذا دی جارہی ہے ۔

اشرف رضوی نے بیان جاری رکھتے ہوئے نیازی سمیت تمام نظربندوں بشمول مزدور رہنما ریحان ، مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ، معراج محمد خان ، زین الدین خان لودھی جنرل سکریٹری مغربی پاکستان نیشنل عوامی پارٹی (کسان مزدور) سمیع داد خان جنرل سکریٹری کراچی نیپ ، وصدر ڈی لے ایمپلائز یونین اظہر عباس صدر انجمن محبان وطن ، ڈاکٹر رشید حسن خان صدر ، اور ممتاز احمد میکری نائب صدر نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور مسٹر راشد خان مینن سابق صدر ایسٹ پاکستان اسٹوڈنٹس یونین کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ہے ۔ یاد رہے کہ مسٹر راشد خان مینن پچھلے تین سال سے نظر بند ہیں اور تپ دق میں مبتلا ہوگئے ہیں

شالیمار سلک ملز مزدور یونین کا اسٹرائیک نوٹس

پروپگنڈا سکریٹری غلام جیلانی اور دوسرے پانچ نکالے ہوئے مزدوروں کی واپسی کا مطالبہ

کراچی ، ۲۵ر دسمبر (نمائندہ منشور) شالیمار سلک ملز مزدور یونین کے جنرل سکریٹری نے دس مطالبات پر مشتمل ہڑتال نوٹس انتظامیہ شالیمار سلک ملز لمیٹڈ کراچی کے نام مورخہ ۲۴ر دسمبر کو جاری کردیا ہے ۔ اور اس کی نقول محکمۂ محنت اور دیگر متعلقہ جگہوں پر بھیجوائی گئی ۔

واضح ہو کہ پچھلے کئی مہینوں سے مالکان کی جانب سے یونین دشمن مزدور کش اقدامات کا سلسلہ جاری ہے ۔ ۲۷ر ستمبر ۶۸ء سے لیکر اب تک مالکان نے چھ مزدوروں کو مختلف اوقات میں جھوٹے الزامات کے تحت چارج شیٹیں دیکر کام سے نکال جا چکا ہے ۔ مالکان کی شہ پر ان کے آلہ کار افراد کی طرف سے یونین کے نائب صدور ۔ جنرل سکریٹری ۔ جوائنٹ سکریٹری اور ممبران مجلس عاملہ کے خلاف سٹی کورٹ کراچی میں دفعہ ۱۰۷ ـ ۱۱۰ کے تحت مقدمات قائم کردئے گئے ہیں ۔ ملز میں کام کے حالات جان بوجھ کر خراب کر دئے گئے ہیں ، اور یونینوں کے حامی مزدوروں کو ان کی مشینوں سے ہٹا کر خراب مشینوں پر لگایا جارہا ہے ۔

ان حالات کے متعلق انتظامیہ ملز کو خطوط اور بات چیت کے ذریعے توجہ دلائی گئی ۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا ۔ بلکہ ۱۹ر دسمبر کو یونین کے سرگرم کارکن اور پروپیگنڈہ سکریٹری غلام جیلانی کو نکال دیا گیا ۔

ہڑتال نوٹس میں نکالے ہوئے کارکنوں کی واپسی کے علاوہ ملز میں بیت الخلا مزید تعمیر کرنے اور حمام بنوانے ، کارڈ ، فوٹو پاس اور چھٹیوں کی کتاب کی فراہمی ملز میں مسجد کی تعمیر کے مطالبات بھی شامل ہیں ۔

چیف سلک ملز ۱ کے مزدوروں نے مالکان کے نام ہڑتال نوٹس دیدیا

کراچی ۲۵ر دسمبر (نمائندہ منشور) چیف سلک ملز ۱ ، ایس آئی ٹی ای ـ الف ۸۰ ، حب ریور روڈ کے مزدوروں نے ۱۳ر دسمبر کے جلسۂ عام منعقدہ ٹریڈ یونین آفس کراچی مزدور مرکزی کمیٹی میں مالکان کو دس مطالبات پر مشتمل اسٹرائیک نوٹس دینے کا فیصلہ کیا

فیصلے کے مطابق یہ نوٹس ۱۴ر دسمبر کو مالکان اور محکمۂ محنت اور دیگر متعلقہ جگہوں پر روانہ کردیا گیا ۔

بزمِ منشور

فارم رکنیت

نام — — — — — ولدیت — — — — — — — —

پیشہ — — — — — — تعلیم — — — — — — — —

عمر — — — — — — مشاغل

گھر کا پتہ — — — — — — — — — — — — — — — —

— — — — — — — — — — — — — —

دفتری یا کاروباری پتہ — — — — — — — — — — — — —

— — — — — — — — — — — — — — — — —

جس جگہ ملازم ہیں کیا وہاں کوئی یونین ہے ؟ — — — — — — — — — —

اگر یونین ہے تو یونین کا نام — — — — — — — — — — — — —

اگر یونین ہے تو کیا آپ یونین کے/کی رکن ہیں ؟ — — — — — — — — — — — —

کیا آپ یونین کے کسی عہدے پر فائز ہیں اور اگر ہیں تو کس عہدے پر فائز ہیں ؟

— — — — — — — — — — — — — — — — — —

جناب مدیر "منشور" !

میں ادارہ "منشور" کی تجویز کے مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۶۷ء کے اداریہ کے مندرجات اور "منشور" کی پالیسی سے کلی اتفاق رکھتے ہوئے "بزمِ منشور" کی رکنیت کا/کی خواستگار ہوں، اور آپ کو یقین دلاتا ہوں/دلاتی ہوں کہ منشور کی ترقی و بقا نیز "منشور" کے مقاصد کی ترویج و فروغ کیلئے پوری پوری کوشش کروں گا/گی !

مورخہ — — — — — — دستخط — — — — — —

اداریہ

ہم منزل مقصود کی طرف گامزن ہیں

آخر منشور، نہ صرف وطن عزیز بلکہ ملک کے باہر بھی اتنا مشہور کیوں ہو گیا ہے؟ یہ بڑا بنیادی سوال ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ تمام رسالوں میں یہ سب سے زیادہ ترقی پسند اور قومی آزادی، معاشرتی اصلاح اور محنت کش انسانوں کی فلاح و بہبود کیلئے سب سے اچھا اور بیباک ترین رسالہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر کہ و مہ اسے پڑھنے کا مشتاق ہوتا ہے۔

یہ رسالہ ترقی پسند ہے، کیونکہ اس کے عملے کے اراکین، سرپرست اور قارئین کے ساتھ ہی ساتھ اس کا مواد بھی ترقی پسند ہے یہ محب وطن اور قوم پرست رجحانات کا نقیب ہے، ظاہر ہے کہ ان خصوصیات کے بغیر ملک کے اندر اور باہر یہ رسالہ، عوام کی ہمدردیاں ہرگز بھی نہ جیت سکتا تھا۔

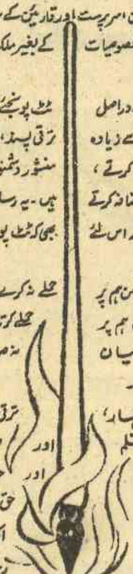

کچھ لوگ، منشور کو برا بھلا کہتے ہیں، یہ دراصل ٹٹ پونجئے اور ڈھیٹ قسم کے رجعت پرست لوگ ہیں، اس طرح اس امر کا مزید اظہار ہو جاتا ہے کہ یہ رسالہ سب سے زیادہ ترقی پسند، قوم پرست، محب وطن اور جمہور دوست رسالہ ہے ورنہ ترقی، قوم، وطن اور جمہور کے دشمن اس پر حملے نہ کرتے، منشور دشمنوں کے کھلے کھلے حملے، منشور کی ترقی پسند فطرت کا بین ثبوت ہیں اور یقیناً اس کی شان و شوکت میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ رسالہ صرف اس لئے شاندار نہیں ہے کہ عوام کی ایک بڑی تعداد اس کی حمایت اور تعریف کرتی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ ٹٹ پونجئے، دلال اور ڈھیٹ قسم کے رجعت پرست اس پر بے بنیاد حملے کرتے اور بہتان باندھتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ بڑی خراب بات ہوگی کہ دشمن ہم پر حملے نہ کرے، کیونکہ اس صورت میں اس کے یقینی معنی یہ ہونگے کہ ہم دشمن کی سطح تک گر چکے ہیں، یہ اچھا ہے کہ دشمن ہم پر حملے کرتا ہے اور بغیر کسی لحاظ کے ہم پر بری طرح کیچڑ اچھالتا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم نے اپنے اور دشمن کے درمیان نہ صرف حد بندی کا واضح خط کھینچ دیا ہے بلکہ اپنے کام اور مقصد میں بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔

پچھلے تین سالوں میں، منشور نے ہزاروں ہونہار، ترقی پسند اور قوم پرست و محب وطن قارئین کے ذہنوں کو نکھارا ہے، مزدور اور کسان طبقہ، نئی نسل کے اہل قلم اور صحافت کی زبردست خدمت انجام دی ہے اور آئندہ بھی یہ ملک، قوم اور معاشرہ کی ترقی، استحکام اور خوشحالی کے لئے اسی طرح دیرینہ خدمات انجام دیتا رہے گا کیونکہ یہ جوانمردی اور جرات کے ساتھ حق پرستی کے زریں اصولوں پر قائم رہے گا۔

منشور کا تذکرہ کرتے ہوئے، عام لوگ اکثر دوسرے ترقی پسند رسالوں سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ دراصل منشور اور دوسرے ترقی پسند رسالوں کے درمیان یکسانیت اور اختلاف کے دونوں ہی پہلو پائے جاتے ہیں۔ یکسانیت کا پہلو یہ ہے کہ متعلقہ رسالوں کی پالیسی اور انداز فکر ترقی پسندانہ تھا اور اختلاف کا یہ پہلو ہے کہ منشور، دوسرے متعلقہ رسالوں کے مقابلے میں زیادہ سستا، زیادہ بیباک، زیادہ کثیر الاشاعت، زیادہ اصول پرست اور ملک کی عام مزدور تحریک سے براہ راست اور عملی طور پر منسلک ہے۔ منشور نے، مزدور تحریک کی جو نظریاتی اور تنظیمی خدمات انجام دی ہیں وہ بھی اپنی جگہ خاص مقام رکھتی ہیں۔ یہ ہی وجوہات ہیں کہ منشور، دوسرے متعلقہ رسالوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی پسند ہے اور مستقبل میں یہ اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے نسبتاً زیادہ خدمت بجا لائے گا۔

منشور کی عام حکمت عملی 'ایک مضبوط اور صحیح سوچ کی اکائی'، ایک موثر اور سادہ طرز عمل اور لچکدار لیکن اصولی تدابیر اختیار کرنا ہے، ایک سامراج دشمن، مزدور دوست اور محب وطن رسالہ بنانے کیلئے یہ ہی تین لوازمات ہیں، انھیں لوازمات کے عین مطابق ہم اور آپ لکھتے اور پڑھتے ہیں

پچھلے تین سالوں میں رسالہ کی ترقی، وسعت اور استحکام میں خاص خامیاں بھی شریک حال رہی ہیں۔ یہ آگے ضرور بڑھا ہے، لیکن مشکلات بھی ابھر کر آئی ہیں، خاص مشکل تو سرمایہ، محنت کرنے والے عام انسانوں کی زندگی سے متعلق مطلوبہ مواد اور طباعت و اشاعت کی سستی سہولتوں کا فقدان ہے۔ لیکن ایرویز ایمپلائز یونین، پی آئی اے برانچ کی قیادت اور پی آئی اے کے باشعور اور منظم مزدوروں کی سرپرستی میں منشور کسی قسم کی مشکلات سے نہیں ڈرتا۔ اور وہ یقیناً ان مشکلات پر قابو پالے گا، مشکلات، ان باتوں کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ ہم ان پر غلبہ پالیں گے۔

لیکن ہمارا یہ دعویٰ، ہمارا یہ اعتماد صرف اور صرف آپ کے بل بوتے پر ہے، جب تک ہمارا اور آپ کا رشتہ سلامت ہے، منشور بھی سربلند اور منزل کی طرف گامزن ہے، آپ کی عنایتوں اور رفاقتوں نے ہر مرحلہ پر ہماری ہمت بڑھائی ہے، مگر آج منشور جس دور میں داخل ہوا ہے، وہ دور ہم سب سے، ہر قسم کی چوکسی اور مستعدی کا طلب گار ہے۔ ہمیں اپنے اور آپ کے باہمی رشتے کو نہ صرف قابل رشک بلکہ اتنا پائیدار اور اتنا لچکدار بنانا پڑے گا کہ یہ دشمن کیلئے دو دھاری تلوار کا کام دے۔ منشور کی حفاظت اور بقا کیلئے ہم سب کو ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے کہ جہاں ہم نہ ہوں وہاں، آپ ہمارے بغیر ہی بذات خود، حالات کا مقابلہ کر لیں۔ دشمن اپنے ابتدائی واروں میں زک اٹھانے کے بعد، بلبلایا ہوا ہے، وہ سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ، اپنا زہریلا پھن اٹھائے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم کیل کانٹے سے لیس ہو جائیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہم فتح مند اور کامران ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ایک جانثار سپاہی کے گھوڑے کے نعل میں صرف معمولی سی کیل کے نہ ہونے سے بعض اوقات، جیتی ہوئی بازی مات بن جاتی ہے۔ ایک ایسے وقت میں کہ دشمن، بھاری بھرکم ہاتھی کے ڈیل ڈول کو نظروں سے دانستہ طور پر اوجھل کر کے، دُم پکڑنے کے اصول پر عمل کر رہا ہو اور اگر دُم بھی ہاتھوں میں نہ آئے تو ہٹلر کے چہیتے، گوئیبلز کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جھوٹ بول بول کر، لاتعلق اور بے خبر افراد کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی تاک میں ہو، ہمارا، آپ کا اور سب کا یہ اولین فرض ہے کہ ہم اپنی صفیں نئے سرے سے درست کر لیں، اور مزدور طبقے کے فولادی عزم و ہمت کے ساتھ، دشمن کا پھن کچل ڈالیں۔

ادارہ منشور، کے اراکین کی یہ تجویز ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے کیلئے "**بزم منشور**" قائم کی جائے اور اس بزم کی رکنیت صرف اور صرف وہ افراد اختیار کریں، جو منشور کو پڑھنے کے علاوہ، اس کی حفاظت، اس کی ترقی، اس کی اشاعت اور اس کے مقاصد کی ترویج کیلئے وہ سب کچھ کرنے کیلئے ہر دم اور ہر گھڑی تیار و آمادہ رہیں جس کا وقت، تقاضہ اور مطالبہ کرے۔

"بزم منشور" کا تنظیمی دائرہ، پاکستان گیر بنیادوں پر ہوگا۔ رکنیت کے فارموں کی، ایک قابل ذکر اور واضح تعداد میں وصولی کے بعد، متعلقہ علاقے کی بزم کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ منشور دوستو، محنت کش رفیقو، اس نئی سمت میں ہمیں اپنی کوششیں آج سے ہی شروع کر دینی چاہئیں۔

سردست، ہمارے لئے فخر و اعزاز کی بات یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں منشور نظر آنے لگا ہے، اور اب "بزم منشور" کی رکنیت اختیار کر کے اس وقت کو بھی قریب لے آئیے کہ جب منشور کے صفحات، منشور دشمنوں کیلئے شعلے اور انگارے بن جائیں اور وہ منشور کو ہاتھ لگاتے ہوئے لرزنے اور کپکپانے لگیں۔

اپریل ۶۷ء

یہاں سے کاٹیے

تعلیم کا بار.....!

حیدری بناسپتی

بچّوں کی عِلمی صلاحیتوں کو
بروئے کار لاتا ہے۔

حیدری
بناسپتی

حیدری بناسپتی میں پکائیے۔ اپنے معیار کو بلند سے بلند تر کیجیے

حیدری انڈسٹریز لمیٹڈ۔ پاکستان

Regd. No. S-2575 JANUARY 1969

THE MONTHLY MANSHOOR KARACHI

پی آئی اے
کی پروازیں
بنکاک
پیرس
استنبول
فرینکفرٹ
نیروبی
بغداد
روم
جاتی ہیں

ان کے علاوہ پی آئی اے کی پروازیں :- لندن - جنیوا - قاہرہ - بیروت - ماسکو - تہران - کویت۔ جدّہ۔ دھران - دوحا - دوبئ - بحرین - کابل - کراچی - ڈھاکہ - کھٹمنڈو - رنگون - کینٹن۔ شنگھائی۔ کو بھی جاتی ہے۔

مزید تفصیلات کیلئے اپنے ٹریول ایجنٹ یا کسی پی آئی اے آفس سے رجوع فرمائیں۔

PIA پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز